مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ
علمائے شام
کی نظر میں
ترتیب
خلیل احمد رانا
مجلس رضا
مرکزی

۱

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

(علمائے شام کی نظر میں)

ترتیب

جناب خلیل احمد رانا (جہانیاں)

ناشر

مرکزی مجلس رضا

19-B جاوید پارک، شاد باغ، لاہور

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

باسمہٖ تعالیٰ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

(سلسلہ اشاعت نمبر۴)

نام کتاب ——— "امام احمد رضا" علمائے شام کی نظر میں

ترتیب ——— خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی)

صفحات ——— ۶۴

کمپوزنگ ——— خلیل احمد رانا (جہانیاں)

تاریخ اشاعت ——— شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ بمطابق جون ۲۰۱۴ء

تعداد ——— دو ہزار

ناشر ——— مرکزی مجلس رضا، لاہور

شائقین مطالعہ 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں

ملنے کا پتا

19-B جاوید پارک، شاد باغ، لاہور

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور 0321-4477511

امام احمد رضا ''علمائے شام'' کی نظر میں

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

بحمد اللہ حضرت شیخ امام احمد رضا قادری الہندی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم و فضل کا شہرہ صرف برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں ہوا بلکہ عرب ممالک حجاز مقدس، عراق، مصر، شام، مراکش، فلسطین وغیرہ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ نے بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کیا، آپ کے علم و فضل کو تسلیم کیا اور آپ کو شاندار القاب سے یاد کیا، چنانچہ درج ذیل میں ان عرب ممالک میں سے ''ملک شام'' کے جید علماء کا تعارف اور امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے تأثرات نقل کئے جاتے ہیں۔

شیخ امین السفر جلانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ شیخ امین بن محمد بن خلیل دمشقی حنفی الشہیر سفر جلانی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ کے ماہر، عربی کے مشہور شاعر اور اجل عالم دین تھے۔ دمشق کی مشہور ''جامع السنجقدار'' کے امام اور اسی جامع میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''القطوف الدانیہ فی العلوم العثمانیہ''، ''الکوکب الحثیث شرح درۃ الحدیث فی مصطلح الحدیث''، ''العقد الوحید شرح النظم الفرید فی علم التوحید''، ''المنظومۃ المزھیہ فی الاصول الفقھیہ'' اور ''عقود الاسانید فی مصطلح الحدیث'' مشہور

ہیں۔۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں دمشق میں وفات پائی۔ (۱)

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''میں نے اہم کتاب (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہل ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کی مؤید ....رسالہ مذکورہ مؤلفِ علامہ، مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمتِ شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے ان کو اور ہم کو جمع فرمائے، آمین (۱۴؍صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)۔ (ملخصاً) (۲)

شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ، فقیہ، اصولی، صوفی کامل، امام لغت الشیخ محمد امین بن محمد الدمشقی المعروف ''سوید'' رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۵ء میں دمشق کے ایک تاجر اور زراعت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ اس وقت دس سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد سفرحج میں انتقال کر گئے، آپ کے چچا نے آپ کی کفالت کی۔ تحصیل علم کے لئے آپ جن علمائے شام کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف السمارہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالفرج الخطیب رحمۃ اللہ علیہ، محدث شام علامہ شیخ بدرالدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)، حضرت شیخ سلیم العطار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ البکری العطار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصوفی عیسیٰ الکردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)، حضرت شیخ الطیب رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد آپ جامعہ ازھر (قاھرہ۔مصر) آ گئے اور پانچ سال تک یہاں کے علماء کی صحبت اختیار کی، تعلیم مکمل کر کے آپ دمشق لوٹ آئے اور ''جامع درویش پاشا'' میں فقہ حنفی کی تعلیم دینے لگے بعد میں اسی جامع میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔اسی دوران آپ نے ترکی، ہندوستان، ایران، بخارا، یمن اور دوسرے کئی ممالک کا دورہ کیا۔پہلی جنگ عظیم کے دوران مملکت عثمانیہ نے آپ کو ''الکلیة الصلاحیة القدس الشریف (فلسطین)'' میں منصب قضاۃ اور مدرسین کی تربیت کے لئے متعین کیا، یہاں آپ بڑی دلجمعی سے کام کرتے رہے حتیٰ کہ انگریز حکومت نے مملکت عثمانیہ کے زوال کے باعث اختتام جنگ سے کچھ عرصہ قبل اس یونیورسٹی کو بند کر دیا۔بایں وجہ آپ دمشق واپس آ گئے تو حکومت شام نے آپ کو سرکاری اداروں میں عربی زبان کے تحفظ و فروغ کے اہم کام پر مامور کر دیا، جس ادارہ میں آپ کام کرتے تھے اس کا نام ''المجمع العلمی العربی'' تھا۔

۱۹۲۳ء میں دمشق کے مشہور ادارہ ''معھد الحقوق العربی'' میں اصول فقہ کی تدریس آپ کو سونپی گئی۔۱۹۲۵ء میں چند ماہ لبنان میں قیام کیا، پھر اردن آ گئے، یہاں سے ''دار المعلمین'' القدس شریف (بیت المقدس) میں تدریس کے لئے چلے گئے۔۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء مکہ مکرمہ میں تدریس پر مامور رہے، اس کے بعد آپ ہندوستان کے شہر ممبئی میں ''مدارس الفلاح'' کی تاسیس اور نگرانی کے کام پر مامور ہوئے، بالآخر آپ دمشق واپس آ گئے، یہاں پر ''جامع مسجد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ'' اور محلہ القنوات میں واقع ''جامع التعدیل'' میں مستقل تین سال تک وعظ و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس ذمہ داری میں اپنی وفات سے قبل تین دن کے سوا کبھی ناغہ نہ کیا۔

حضرت شیخ امین سوید علیہ الرحمہ کا شمار دمشق کے کبار علماء میں ہوتا ہے، آپ کو

علم اصول فقہ، توحید، تصوف، اسماء الرجال میں یکتائی حاصل تھی، آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کی عبارات کو بڑی عمدگی اور کلام بلیغ سے حل فرمایا کرتے تھے، آپ کو بہت سے مشائخ وعلماء نے اپنی اپنی اجازات سے سرفراز فرمایا، ان میں حضرت شیخ ابوالمحاسن محمد بن خلیل قاوقجی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) اور حضرت شیخ ملا محمد فیضی البغدادی مفتی بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمایاں ہیں۔

شیخ امین سوید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عابد وزاہد، متواضع، شہرت سے متنفر انسان تھے، اولیاء کرام سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اور مسافتیں طے کر کے ان کی زیارت گاہوں پر جانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ بلاد شام میں ''محافل صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بانی عالم کبیر، ولی کامل حضرت شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۵ء) فرماتے ہیں کہ شیخ امین سوید علیہ الرحمہ ملک شام کے قطب تھے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر المیدانی دمشقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء) شیخ محمد الہاشمی المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) السید الشیخ محمد المکی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء)، دارالفتوی بیروت کے امین خاص حضرت شیخ محمد العربی العزوزی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو سند اجازت عطا فرمائی۔ اس اجازت کی نقل درج ذیل ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام کائنات کو اپنی وحدانیت سے آگاہ کیا اور تمام عوالم نے مختلف زبانوں میں جس کی

الوہیت کی گواہی دی، اور درود وسلام تمام جہانوں کے سردار، منتخب جماعت اور جنتِ عدن کے حُسن کامل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وجود کائنات کا مرکزی نقطہ اور ہر موجود کا سبب اعظم ہیں، نیز آپ کی آل اطہار اور اصحاب اخیار پر۔

بے شک میں نے اخی فی اللہ، مرد کامل، عالم باعمل، عمدۃ الفضلاء والنبلاء السید محمد العربی ابن السید محمد المھدی بن العلامہ، المحقق سیدی السید محمد العربی الزرھونی العزوزی الفاسی کو ان تمام علوم کی اجازت دی جن میں مجھے عطا ہوئی، مجھ سے ان کا روایت کرنا درست ہے، نیز جن علوم کی نسبت میری طرف درست ہے، میں نے انہیں اجازت دی کہ وہ جس کو ان علوم کا اہل جانیں اسے اجازت دے سکتے ہیں، جس طرح میں نے اپنے مشائخ اعلام، عمدۃ مراجع الاسلام (جن کے تذکرے سے سند میں طوالت ہوگئی ان میں سے) سیدی العلامہ، ذوالفتح الاقدسی، العارف باللہ الشیخ محمد القاوقجی الطرابلسی، حاوی علی العلوم سیدی الشیخ محمد الطنطاوی، نیز جن کی شہرت وفضیلت اقطار عالم میں سورج کی شعاعوں کی طرح پھیلی، مفتی بغداد سیدی الشیخ محمد فیضی الزھاوی، جن کی سندیں اور ثبوت محتاج تعارف نہیں ہیں، اور یہ کہ میں انہیں اور خود کو اللہ عظیم کے تقویٰ وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اور ہمیشہ ظاہر وباطن میں ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہوں، اور تمام احکام اسلامی کی بجا آوری کا حکم دیتا ہوں تا کہ یہ اخلاق عالیہ کے اعلیٰ زیور سے آراستہ ہوں اور اوصاف حمیدہ سے بلند مقام پر فائز ہوں اور یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی ایسے مقام پر نہ دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے، اور کبھی اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں جانے کا اس نے حکم فرمایا، اور

اس بات کی بھی تلقین کرتا ہوں کہ یہ علوم دین اور ائمہ ھدیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتب تعلیم وتدریس سے کبھی الگ نہ ہوں، اور یہ کہ مجھے اپنی جلوتوں، خلوتوں اور نیک دعاؤں میں کبھی نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کار خیر کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو قبول فرما۔

یہ سند، محتاج الی اللہ تعالیٰ محمد امین الشھیر سوید عفی عنہ نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۲ھ کو لکھی۔

تصانیف میں ۱-تسهیل الحصول علی قواعد الا صول۔

۲-رسالة فی نحو (یہ ایک مخطوطہ ہے اس کا ایک صفحہ ان قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جو علم اصول فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس رسالہ میں ایک مقدمہ شامل ہے جو مبادیات علم کے ضروری مبحث پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ سات مقالات اور ایک اختتامیہ جو ان عقائد واخلاق کے بیان میں ہے جن کو اپنانے سے زہد وتصوف جیسی صفات کو جلا ملتی ہے۔

۳-علوم القرآن و اصوله (یہ رسالہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الاتقان'' کا اختصار ہے)۔

۴-رسالہ فی تاریخ القدس۔

۵-تلخیصات (اسے آپ نے ادارہ ''معهد الحقوق العربی'' کے زمانہ تدریس میں تصنیف کیا)۔

۲۰ رشوال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو وصال فرمایا اور دمشق کے مشہور قبرستان ''باب الصغیر'' میں دفن ہوئے۔ (۳)

آپ نے امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''علامہ کبیر، فہامۂ شہیر، محقق و مدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولة المكيه با لمادة الغيبيه'' مطالعہ کی، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقائد اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علم ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے ناآشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر موقوف ہے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لئے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے ناآشنا ہے۔

(۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)''۔ (ملخصاً) (۴)

علامہ شیخ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر جمہوریہ شام)

حضرت علامہ صوفی شیخ محمد تاج الدین بن محمد بدرالدین بن یوسف الحسنی المراکشی ثم الدمشقی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد کے زیر کفالت پرورش پائی، علوم دینیہ اپنے والد محترم محدث شام تاج العلماء علامہ شیخ بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) (۵) اور ان کے تلامذہ سے حاصل کئے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ سلطانیہ دمشق میں علوم دینیہ کی تدریس کے لئے تقرر ہوا، اور مجلس اصلاح المدارس کے رکن بنے۔ عہد عثمانیہ میں شام کی پارلیمنٹ کے رکن رہے،۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں ''اخبار شرق'' کے چیف ایڈیٹر بنے، فیصل (سربراہ شام) کے دور میں شام کی کانفرنس کے رکن منتخب

ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں فیصل الملک نے محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر مقرر کیا، اوقاف وفتویٰ، شرعی عدالت اور حجازی خط کے دفاتر اس کے تحت تھے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء تک ملک شام کے عہدہ صدارت پر فائز رہے۔ دمشق میں پیر کے دن ۱۰/محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۱۷/ جنوری ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔ (٦)

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کی شہرہ آفاق کتاب ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل ایمان افروز تقریظ لکھی۔

''۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے الدولة المکیه کے مطالعہ کے لئے کہا گیا' چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے...... ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

میں نے چند وجوہات کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا، پہلی بات یہ کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل وتطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ میں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں۔

(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) ملخصا (۷)

شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد بن احمد رمضان الشامی المدنی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ممتاز ادیب تھے، آپ کے اشعار عوام میں زبان زد عام تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''صفوة الادب'' ۔''مختارات شعر و موشحات'' ۔مناجات الحبیب فی الغزل والنسیب'' ۔''شعری دیوان'' ۔''تنبیه الانام فی ترتیب الطعام'' اور ''مسامرة الادیب'' (یہ تصنیف آپ نے بروز جمعہ رجب ۱۳۴۰ھ میں مکمل کی) آپ کی تمام تصانیف طبع ہو چکی ہیں۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کے بعد وفات پائی۔ (۸)

آپ نے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف الدولة المکیه سے آگاہ کیا، میں نے یہ کتاب مطالعہ کی اور اس کو حسن بیان اور پختگی برھان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہل دل اور اور اہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا جو عین حق ہے ...... اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!'' (ملخصاً) (۹)

شیخ محمد عطاء اللہ آفندی الکسم حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

بحر العلوم مفتیٔ شام حضرت شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم بن یاسین الکسم علیہم

الرحمہ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، اگرچہ ان کے آباؤ اجداد شام کے دوسرے شہر حمص چلے گئے تھے۔ آپ نے فقہ حنفی کی تعلیم حضرت شیخ عبدالغنی میدانی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۸ھ) مولف کتاب (شرح عقیدہ طحاویہ، کتاب اللباب فی شرح الکتاب، شرح قدوری، شروح و رسائل فی الصرف و التوحید وغیرہ) سے حاصل کی، آپ ہفتے میں دو دن پا پیادہ سنگلاخ پہاڑی راستہ طے کر کے سبق پڑھنے کے لئے جاتے، ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبدالحکیم افغانی قندھاری حنفی دمشقی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، شیخ عبداللہ سکری، شیخ احمد حلبی اور شیخ محمد طنطاوی علیہم الرحمہ سے بھی کسب فیض کیا۔ حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ۱۲۹۰ھ سے ان کی وفات ۱۳۰۷ھ تک مسلسل التزام کے ساتھ اختیار کی۔

شیخ الکلم علیہ الرحمہ نے ان مشائخ سے متعدد اوراد و وظائف کی اجازتیں بھی حاصل کیں، شیخ ابراہیم ابوشامات علیہ الرحمہ سے "الصلوٰۃ الطبیۃ" (درود شفاء) کی اجازت حاصل کی، درود شفاء یہ ہے!

"اللھم صل علیٰ سیدنا محمد طِب القلوب و دوائھا، و عافیۃ الابدان و شفائھا، و نور الابصار و ضیائھا، و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ و سلم"

آپ کے استاذ مکرم عبداللہ شیخ السکری رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث مصافحہ" کی اجازت مرحمت فرمائی جسے وہ شیخ سعید حلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، نیز اس کو آپ نے اپنی مشہور کتاب "ثبت" میں شیخ شاکر العقاد المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) سے روایت کیا۔

حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے ۱۵ / ذی

القعدہ ۱۳۰۴ھ کو اپنے جد امجد حضرت شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۱ھ) کی روایات اور شیخ عبدالرحمٰن الکزبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کی سندوں کی اجازت دی۔ حضرت شیخ الکسم علیہ الرحمہ، شیخ برھان السقا المصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن العدوی الحمزاوی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۳ھ) سے روایت بھی کرتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی میں عبادت گذاری اور خشیت الٰہی کا وافر حصہ پایا، اللہ رب العزت کے خوف سے بہت گریہ کناں رہتے، تلاوت قرآن مجید کثرت سے کرتے، آخری عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے، حج کے موقع پر شیخ حرم نبوی کی اجازت سے اپنے رفیق خاص شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۵ء) کے ساتھ مسجد نبوی زادھا اللہ شرفا میں کئی کئی طویل راتیں بحالت قیام شب بیداری کرتے۔ آپ نے تین بار حج کی سعادت پائی، اولیاء وصلحاء کے مزارات کی زیارت کرتے، خصوصاً حضرت شیخ ارسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک کی زیارت روزانہ دن میں تین بار کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے جب امامت وتدریس کا وظیفہ اپنایا تو سب سے پہلے اپنے گھر میں جو محلہ عقیبہ میں حبشیوں کی ایک تنگ گلی میں تھا پڑھانا شروع کیا، پھر آپ جامع مسجد اموی کے قریب منتقل ہو گئے اور وہاں اپنے گھر میں پڑھاتے رہے، بعد میں محلہ مئذنہ شرقیہ میں اپنی قائم کردہ مسجد میں، اس کے بعد ''جامعہ یلبغا'' میں، پھر جامع نورالدین شہید میں اور پھر مدرسہ'' سمیساطیہ '' دمشق میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، ۱۹۱۸ء میں ملک فیصل کی حکومت نے آپ کو دمشق کے مشہور مدرسہ ''المکتب العنبر'' میں مفتی شام کے منصب پر متعین کیا۔

فتویٰ نویسی میں آپ نے بہت عمدہ مقام پایا اور اس میں دیانت و امانت کو اپنائے رکھا، آپ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ سے متصف پرہیزگار عالم دین تھے، ہمیشہ رضائے الٰہی کے جویاں رہے، امراء و حکام کو برابر نصیحت کرتے، حکومتوں اور سربراہان حکومت کے تغیر و تبدل کے باوجود انہیں ہدایت کرتے۔

حضرت شیخ عطاء آفندی علیہ الرحمہ طلباء کو پڑھانے میں بڑے حریص واقع ہوئے تھے، اپنے درس کے طلباء کو تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، توحید، اصول و فرائض اور منطق جیسے مختلف علوم کی تعلیم دیتے، ہمیشہ کتاب کے اسباق کا مطالعہ کر کے پڑھاتے، دوران اسباق سلف صالحین، اولیائے کرام، اور خصوصاً اپنے مشائخ کے واقعات و مناقب بیان کرتے، آپ کے پڑھانے کا اسلوب یہ تھا کہ عبارت کی صرفی نحوی وجوہات بیان کر کے اس کی تحقیق کرتے پھر طلباء کے سامنے پڑھتے اس کے بعد آپ کے تلمیذ خاص شیخ عبدالوھاب دبس وزیت دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء) اس کو دہراتے۔ جن کتب کا آپ درس دیتے تھے ان میں سے بعض یہ ہیں!

الدر مع حاشیه ابن عابدین ۔الاشباه والنظائر ۔ ملتقى الابحر ۔ الدرر شرح الغرر ۔ شروح المنار ۔ كشف الاسرار ۔ الهداية ۔ فتح القدير (شرح الهداية) ۔ تفسير البيضاوى ۔ تفسير الصاوى ۔ شرح مشكاة المصابيح ۔ شرح الاشمونى على الفية ابن مالك ۔ حاشية الصبان على شرح الاشمونى ۔ مغنى اللبيب عن كتب الاعاريب ۔ السراجيه مع شرحها، وعليها حاشيه الفنارى ۔ الحكم العطائية ۔ السلم لايسا غوجى ۔ بعض شروح السلم ۔ شرح المراة للازميرى (فى اصول) ۔ شرح القطب على الشمسية۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

شیخ ابوالخیر میدانی، شیخ عارف الدوجی، شیخ عبدالوھاب دبس وزیت، شیخ عبدالرزاق الحفار، شیخ سعید حمزہ، شیخ عارف الجویجاتی، شیخ سعید البرھانی، شیخ عبدالقادر الاسکندرانی، شیخ احمد القاسمی، شیخ شفیق الخولندی، شیخ عبدالحلمی، شیخ عبدالجلیل البھنسی، شیخ مصطفےٰ تقی الدین، شیخ عبدالحمید کیوان، شیخ صبحی قوتلی، شیخ حمدی الاسطوانی السفر جلانی، شیخ سیف الدین الخانی، الاستاذ خلیل مردم بک، الاستاذ محمد سلیم الجندی، شیخ المقری عبداللہ المنجد۔

درس وتدریس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، چند تالیفات کے نام یہ ہیں۔ **فصل الخطاب فی المراۃ ووجوب الحجاب (طبع فی دمشق)، رسالۃ فی مصطلح الحدیث (مخطوطہ)، الدرر المنثورۃ فی الاوراد الماثورۃ، الاقوال المرضیۃ فی الردّ علی الوھابیۃ** (یہ دونوں کتابیں یکجا ۱۹۰۱ء میں مصر سے شائع ہوئیں، بحوالہ، **فھرس دار الکتب المصریہ** طبع ۱۹۲۴ء ج ۱، ص ۱۶۴)

شیخ عطاء الکسم آفندی ۱۰ر جمادی الاول ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کو فوت ہوئے اور مفتیٔ دمشق شیخ اسماعیل الحایک کے مقبرہ واقع باب الصغیر میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی قبر پر انوار کے پیچھے دفن ہوئے۔ (۱۰)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''**الدولۃ المکیہ**'' پر آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''کتاب دولۃ مکیہ مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن وحدیث واقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلفِ علاّمہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام وخواص پر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ

پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اوران کی مدد فرمائے اور حسنِ خاتمہ فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) (۱۱)

شیخ محمد بن علی آفندی الحکیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن سعید الشہیر الحکیم رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کی آخری تہائی میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان علم طب وحکمت میں بہت مشہور تھا، آپ کے والد ماجد اور جد امجد طب قدیم کے شعبہ سے وابستہ اور ماہر تھے، ان بزرگوں کی نسبت سے آپ کا لقب بھی ''حکیم'' مشہور ہو گیا، طلب علم کے لئے حضرت شیخ طاہر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر شیخ بدر الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور شیخ محمد طیّب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء) وغیرھم کی صحبت اختیار کی، تحصیل علم کے بعد طریقہ شاذلیہ سے نسبت کی۔

حضرت شیخ الحکیم علیہ الرحمہ نے علم لغت، ادب، انشاء پردازی، صرف، نحو، منطق اور علوم عصریہ میں کمال حاصل کیا، دمشق کے مشہور مدرسہ ''الریحانیہ'' میں تدریس کے لئے مقرر ہوئے، تعلیم وتربیت کے اسلوب اور عمدہ طریقہ سے اسباق کی شرح میں منفرد مقام رکھتے تھے، مدرسہ ریحانیہ سے علماء ومشائخ کی ایسی پُرنور جماعت اُٹھی جو کتابِ زمانہ کے مشاہیر میں شمار ہوئے، آپ نے اس مدرسہ کے طلباء کے اذہان وعقول کی خوب آبیاری کی اور انہیں اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ کیا، آپ عظیم صاحب طرزِ ادیب اور زمانے کے صلحاء میں سے ایک مربی، حکیم، صابر وشاکر عالم تھے، تصانیف میں ''نفحۃ الروض البلیل فی رحلۃ القدس والخلیل'' ''منظومۃ فی وصف قریتی منین والذبدانی (۱۳۱۱ھ) مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی۔ (۱۲)

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''باغ و بہار، بے مثل کتاب الدولة المکیه کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی، یہ کتاب مؤلف علّامہ کے معارف نقلیہ وعقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کے لئے آفتاب بن کر چمکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علّامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین!'' (ملخصا)

(۱۷ر صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) (۱۳)

شیخ عبدالحمید البکری العطار الشافعی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب البکری العطار الشافعی رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے، (حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں بکری اور ہند میں صدیقی کہلاتی ہے) ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ الدحداح میں شیخ البکری العطار رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ (۱۴)

آپ نے امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''میں ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں سید الموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصد زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خدمت

گار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الــــــدولة المکیہ) مطالعہ کرایا، اس رسالے میں مشاہیر علمائے ہند میں سے ایک عالم حضرت علامہ مدقق و محقق، مولیٰ الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل وفضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت کا کوئی اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین!'' (ملخصا) (۱۵)

شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر با لمحملجی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر المحملجی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، آپ بلند پایہ ادیب اور عظیم فاضل تھے، آپ کا خاندان ''المحملجی'' کے لقب سے مشہور تھا، کیونکہ سفر حج کے موقع پر شام کا محملی (ریشمی) لباس پہننا ان کا معمول تھا اور ان کا یہ معمول دولت عثمانیہ سے پہلے کا تھا، آپ نے محدّث کبیر شیخ بدر الدین حسنی شامی علیہ الرحمہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان سے روایت بھی کرتے تھے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں حفظِ حدیث کی وجہ سے ممتاز تھے اور دمشق کے یکتائے زمانہ شاعر و ماہر فاضل علم حدیث تھے، نہایت پرہیز گار اور قول کے سچے تھے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مداح نبویہ لکھے۔ آپ نے عالم شباب ہی میں ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں وفات پائی۔ (۱۶)

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الــــدولة المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب الدولۃ المکیہ کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے، اس میں

اہل حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو منتفع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۰ء) (۱۷)

شیخ محمد سعید القاسمی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد سعید بن قاسم بن صالح بن اسماعیل بن ابن ابی بکر دمشقی الشہیر القاسمی، الحلاق رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۴۳ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ نے کی، مشائخ دمشق سے علوم دینیہ حاصل کئے، آپ شام کے مشہور شاعر، ادیب، موّرخ، فقیہ اور عالم و فاضل تھے، ''جامع حسان'' دمشق کے امام و خطیب تھے، کثیر تعداد میں طلباء آپ سے منتفع ہوئے، تصانیف میں ''بدائع الغرف فی الصناعات والحرف'' (آپ نے اس کتاب میں حرف ''سین'' تک لکھا تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ جمال الدین قاسمی نے اسے مکمل کیا)۔ ''تنقیح الحوادث الیومیہ للبدیری'' ۔''سفینۃ الفرج فیما ھب ودب'' ۔ الثغر الباسم'' ۔ ''شعری دیوان، بیت القصید'' مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۵ء میں دمشق میں وفات پائی۔ (۱۸)

تاریخ علماء دمشق میں سن وفات ۱۳۳۵ھ اور ۱۳۳۷ھ لکھا ہے، معجم المؤلفین از عمر رضا کحالہ اور الاعلام از خیر الدین زرکلی میں تاریخ وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''عالم وعامل، فاضل وکامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولة المکیه بالمادة الغیبیه مطالعہ کی، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور وفکر کے بعد گروہِ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کردیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلفِ کتاب فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں، ان کی فضیلت کا یقین، دشمن ودوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو اور ان کو، ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(۲ ررمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) (۱۹)

شیخ مصطفےٰ بن احمد آفندی الشطی الحنبلی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

مفتیٔ الحنابلہ، صوفی کامل حضرت شیخ مصطفےٰ بن احمد بن حسن بن عمر بن معروف الشطی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، والد ماجد اور عم محترم کی نگرانی میں پروان چڑھے، شیخ احمد قدومی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم پڑھا، حضرت شیخ سلیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ الباذرائیہ میں خوش خطی کی تربیت لی، علم فقہ اور علم فرائض اپنے والد ماجد اور چچا محترم سے پڑھا، علم صرف اور علم نحو شیخ سلیم العطار دمشقی علیہ الرحمہ اور شیخ البکری العطار دمشقی علیہ الرحمہ سے حاصل کئے، عمومی اسباق اور موقوف علیہ کی کتب کی تعلیم کے لئے محدّث کبیر شیخ بدرالدین الحسنی دمشقی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، ۱۲۹۴ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں منصب خطابت پر فائز رہے، ۱۳۰۰ھ تک محکمہ بزوریہ میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا،

۱۳۰۵ھ میں حضرت شیخ محمد الدندراوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصوف کی تعلیم حاصل کی اور شام میں آپ کے خلیفہ مجاز نامزد ہوئے، ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ مدت محکمہ بلدیات میں کام کیا، ۱۳۱۹ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں اپنے شیخ طریقت کے حکم سے مجلس ذکر منعقد کی، ۱۳۲۷ھ میں دو ماہ کے لئے دار القضاء میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، ۱۳۳۱ھ میں اسی جگہ مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، اس ذمہ داری کو تا حیات نبھایا، ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۰۸ھ میں دو مرتبہ سفر حج کیا۔

آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ ملتا ہے جو محمد بن عبدالوھاب نجدی کی تحریک کے ردّ میں ہے، آپ نے اس رسالہ کا اختتام بحث تصوف سے کیا، یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں بیروت (لبنان) سے طبع ہوا۔ آپ فقیہ، محدّث، صاحبِ فضیلت اور نرم وشیریں گفتار رکھتے تھے۔ ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء دمشق میں وفات پائی۔ (۲۰)

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''حضرت مؤلفِ علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق وصحیح ہے، اس سے جناب مؤلف کی وسعت علمی اور فضل وکمال کا ثبوت ملتا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اُس کی حمد بیان کرتے ہیں۔''
> (ملخصاً) (۲۱)

شیخ محمود عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود بن رشید عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں دمشق پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے قرآن کریم حفظ کیا، شیخ محمد حطامی نابلسی علیہ الرحمہ، شیخ

سلیم عطار علیہ الرحمہ، شیخ بکری عطار علیہ الرحمہ، شیخ محمد خانی علیہ الرحمہ اور شیخ محمد عطار علیہ الرحمہ سے علم صرف، نحو، منطق، بلاغت وغیرہ کا درس لیا۔ فقہ، اصول فقہ، توحید، تفسیر اور حدیث کا درس شیخ عبدالحکیم افغانی علیہ الرحمہ سے لیا، تقریباً چالیس سال تک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مدرسہ دارالحدیث الاشرفیہ دمشق میں محدث شام استاذ شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے حدیث، اصولِ حدیث، بلاغت، نحو اور منطق کا درس لیا۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن بحراوی مصری علیہ الرحمہ، شیخ سلیم بشری (شیخ الازہر) علیہ الرحمہ، شیخ احمد ابوخطوہ مصری علیہ الرحمہ، شیخ احمد بخیت مطیعی مصری علیہ الرحمہ مفتی مصر (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، شیخ محمد اشمونی علیہ الرحمہ سے سندیں حاصل کیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے علماء نے بھی اسناد عطا فرمائیں۔

شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں عرصۂ دراز تک قیام کیا اور ان کے دارالحدیث میں درس حدیث دیا، پھر اردن کے کرک نامی علاقے کے محلّہ طفیلیہ میں مفتی مقرر ہوئے، پھر جدہ کے مدرسۃ الفلاح میں تقرری ہوئی، پھر اسی مدرسہ کی شاخ مدرسہ الفلاح بمبئی (ہندوستان) میں مدرس مقرر ہوئے، جامع مسجد اموی دمشق میں بھی مدرس مقرر ہوئے جہاں ہر روز بعد نماز ظہر مسائل شرعیہ بیان کرتے، ان کا ایک حلقہ درس محلّہ کفر سوسیہ دمشق میں بھی ہوا کرتا تھا، آپ نے دمشق کے جنوب میں واقع القدم نامی علاقے میں بھی ایک حلقہ درس قائم کیا جسے مجلس الخمیس کا نام دیا گیا جہاں آپ نے کثیر شاگردوں کی تعلیم و تربیت کی، یہ علمی مجلس تقریباً صبح نو بجے شروع ہوتی جس میں عمائدین شہر اور علماء کرام حاضر ہوتے، اس علمی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتا، پھر بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا، جس میں حدیث کی سند اور شرح بیان فرماتے، خصوصی طور پر امام قسطلانی اور امام نووی کی

شرح پر گفتگو ہوتی، اور مجلس کا اختتام سورۂ یٰسین کی اجتماعی تلاوت کے ساتھ ہوتا۔

شیخ محمود عطار علیہ الرحمہ پوری زندگی تدریس سے وابستہ رہے، حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی پڑھانا ترک نہیں کیا، درس وتدریس کا عمل اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے چھوڑا۔ بہت سے شاگردوں نے آپ سے اکتساب علم کیا، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر میدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، شیخ ابراہیم غلابنی علیہ الرحمہ، شیخ عبدالوہاب دبس وزیت علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، شیخ محمد سعید البرہانی علیہ الرحمہ، شیخ تاج الدین حسنی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔

آپ کی دو تالیفات کا علم ہوسکا، ۱- **ترجمہ شیخ بدر الدین حسنی**، (مخطوطہ دمشق کی لائبریری ''المکتبۃ الظاہریہ'' میں محفوظ ہے) ۲- **استحباب القیام عند ذکر ولادت علیہ الصلوٰۃ والسلام**، (یہ مفصل مقالہ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے فتویٰ کی تردید میں ہے، یہ مقالہ پہلے ماہنامہ ''الحقائق'' دمشق، شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں صفحہ ۲۰۱ تا ۲۱۲ پر شائع ہوا، کتابی صورت میں تازہ ایڈیشن ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں دمشق شام سے شائع ہوا۔ اردو اڈیشن رضا اکیڈمی لاہور نے جون ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔

۲۰ رشوال ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور باب الصغیر دمشق کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد بن عبداللہ آلِ رشید نے اپنی مرتبہ کتاب ''**محدث شام العلامہ السید بدر الدین الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ**'' مطبوعہ مکتبہ الامام الشافعی ریاض (سعودی عرب) ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، ص ۱۳ پر سن وفات ۱۳۶۲ھ لکھا ہے۔ آپ کی وفات پر بڑے بلیغ انداز میں مرثیے کہے گئے، ان میں سب سے زیادہ خوبصورت بات الاستاذ احمد مظہر اور شیخ محمد بہجت البیطار نے کہی، انہوں نے اپنی

گفتگو میں کہا! اے شیخ محمود! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دمشق کے علماء آپ کے شاگرد ہیں یا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ (۲۲)

آپ نے امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق و تدقیق کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت و جماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی تائید کے لئے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!'' (ملخصاً) (۲۳)

شیخ محمد یحیٰی القلعی النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ یحیٰی بن رشید بن نجیب القلعی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دولت عثمانیہ (ترکی) کے لشکر میں شامل تھے، جب آپ نے دار الافتاء کا منصب سنبھالا تو جیش عثمانی میں شمولیت کی وجہ سے بہت سے علاقوں اور شہروں کا دورہ کرتے رہے، آپ عظیم فقیہ تھے، سلف صالحین کے طرز زندگی اور تعلیمات تصوف کی طرف مائل تھے، آپ کی تصانیف میں ''خطبه فی الحث علی مساعدة المجاهدین'' مشہور ہے، آپ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں وفات پائی، (تاریخ علماء دمشق)، علامہ شطی کی کتاب ''اعیان دمشق'' کے مطابق آپ کی وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی، عمر رضا کحالہ نے ''معجم المؤلفین'' میں سن وفات ۱۳۳۸ھ لکھا

ہے۔(۲۴)

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمایا، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لئے آپ واسطہ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا!...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(۲۱ر صفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) (۲۵)

شیخ محمد یحییٰ المکتبی الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم، فاضل اجل شیخ محمد یحییٰ بن احمد بن یاسین بن حامد مکتبی حنفی دمشقی المعروف شیخ زمیتا رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے علاقہ الشاغور میں ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ اور معروف عابد تھے، جامع مسجد السروجی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، وہ ہر سال رجب، شعبان اور رمضان کے مقدس مہینوں میں معتکف رہتے تھے، تقویٰ وورع اور امور دینیہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے ''زمّیتا'' کے لقب سے مشہور ہوئے، ''زمیتا'' کے معنی ہیں ''العالم المتمسك'' (یعنی ایسا عالم جو امور دینیہ اور اپنی صحیح رائے پر نہایت مستقل مزاجی سے کاربند ہو۔ المعجم الوسیط، ج ۱، ص ۴۰۰ - یہ کلمہ ''تزمّت'' یعنی توقر وتشدد فی دینہ اور رأیہ سے لیا گیا ہے۔ المعجم الوسیط) شیخ یحییٰ کے والد ماجد نے سات

شادیاں کیں لیکن اولاد نرینہ سے محروم رہے، تا آنکہ انہوں نے جب آخری شادی کی تو خواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے ان کو بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام ''یحییٰ'' رکھنا، جب آپ بیدار ہوئے تو نہایت خوش تھے اور اسی وقت اپنی کنیت ''ابو یحییٰ'' کرلی، شیخ یحییٰ مکتبی جب سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے اور جب پندرہ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں، ان حالات میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے غلّے کی تجارت شروع کی جس سے ان کے لئے وسعت رزق کے دروازے کھل گئے، حتیٰ کہ آپ نے گندم کی خرید وفرخت کے لئے منڈی بنالی۔

ان تجارتی مصروفیات کے باوجود آپ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے بے حد محبت کرتے، خصوصاً شیخ رشید جبال رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں رہتے، ایک مرتبہ لوگوں سے محدّث کبیر شیخ بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنا تو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا، گھوڑے پر سوار ہو کر جامع اموی پہنچے، غلام ساتھ تھا اُسے مسجد کے باہر گھوڑے کے پاس چھوڑا اور باوجود شدید ازدہام کے لوگوں میں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں شیخ کے سامنے پہنچ گئے۔

شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ نے ان کو دیکھتے ہی موضوع کا رخ بدل دیا اور تجارت کے متعلق گفتگو شروع کردی، ناپ تول کی کمی بیشی، تجارتی لین دین میں کھوٹ پر ایسا مفصل کلام فرمایا کہ آپ حیران وششدر رہ گئے اور دل شیخ کی عقیدت سے لبریز ہو گیا، واپسی پر شیخ رشید جبال علیہ الرحمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا! یہی تمہاری منزل ہے لہٰذا جلدی کرو، نیز فرمایا: جب علماء سواریوں پر سوار ہوں تو ہمارے امام بدرالدین تیز رفتار براق پر سوار ہوتے ہیں اور یاد رکھو کہ اس وقت

اس آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی نہیں۔

شیخ یحیٰ مکتبی یہ سنتے ہی کوئی بات کئے بغیر چلے گئے اور جاکر اپنے غلام کو آزاد کردیا، بہت فیاضی کی اور انہیں کاروبار میں شراکت دار بنالیا، پھر شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پاس دارالحدیث میں حاضر ہوگئے، شیخ نے دیکھ کر فرمایا! یحیٰ تم نے دیر کردی، بہر حال دیر آید درست آید، آپ نے عرض کی حضور! میں اپنا کام مکمل کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں، حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے آپ کو مرحبا کہا اور اپنا خرقہ خاص پہنایا اور اپنے حجرہ کے پہلو میں ایک حجرہ دے دیا، شیخ یحیٰ نے بڑی پختگی سے شیخ کی صحبت کو اپنایا، یہاں تک کہ آپ شیخ کے معتمد خاص ہوگئے، لوگ آپ سے ہی مشاورت کرتے کیونکہ آپ کی رائے شیخ کی رائے کے مطابق سمجھی جاتی، آپ پختگی سے شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کی محبت آپ کے رگ وپے میں بس گئی۔

شیخ مکتبی بڑے حلیم الطبع، بردبار، معاملہ فہم، صائب الرائے اور معاملاتِ زندگی میں صاحبِ بصیرت انسان تھے، آپ کے اساتذہ نے جب بھی کوئی خدمت آپ کے ذمہ لگائی تو آپ نے اسے احسن طریقے سے نبھایا، آپ صاحب دل اور منتخب لوگوں میں سے تھے، طلباء پر بے حد شفیق اور علماء کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آتے، کبھی کسی پر ناگواری کا اظہار نہ کرتے اور ہمیشہ لوگوں سے خیر خواہی کی کوشش کرتے۔

شیخ یحیٰ مکتبی نے ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں دمشق میں وفات پائی، آپ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے والد کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے اور اگر میرے شیخ کے اہل کوئی اور رائے دیں تو اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ آپ کو حضرت شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (۲۶)

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ

المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''مجاور مدینۃ النبی، استاد محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائدِ سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ابواب الصحیح میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات اور ہمارے زمانے میں ہمارے استاد شیخ محمد بدرالدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین!''

(۲۲ صفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) (۲۷)

شیخ سیّد موسیٰ بن علی مالکی شامی رحمۃ اللہ علیہ

ملک شام کے باشندہ، جب کہ جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، پھر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے، مالکی عالم، مدرس مسجد نبوی، معمر، مصر میں مقبول عام صوفیہ کے سلسلہ احمدیہ دردیریہ خلوتیہ سے وابستہ، آپ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی کے عزیز دوست تھے، ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ میں الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی تو انہیں ملاحظہ کرائی، ۱۳۳۱ھ/

۱۹۱۳ء میں زندہ تھے۔

(تاریخ الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ بہاء الدین زکریا لائبریری، چھونبی، ضلع چکوال (پاکستان) ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۴)

العلامۃ الشیخ محمد توفیق بن محمد ایوبی انصاری رحمۃ اللہ علیہ

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، حنفی عالم، ادیب وشاعر، صوفیہ کے سلسلہ رفاعیہ سے وابستہ، عیسائی ویہودی ادیان کی تردید ومناظرہ کے ماہر، ترکی زبان پر عبور حاصل تھا، جب کہ کسی قدر فارسی پر بھی مطلع تھے، آپ نے ''مجلۃ الاحکام العدلیۃ'' کی شرح ''القواعد الکلیۃ'' کو ترکی سے عربی میں ڈھالا، جو ۱۳۰۳ھ میں دمشق سے شائع ہوئی، آپ دمشق، استنبول ومدینہ منورہ کے بعض مدارس میں استاذ تعینات رہے، ایک اُردو تذکرہ نگار نے آپ کو مدینہ منورہ کے مقامی عالم اور روضۂ انور کا مجاور قرار دیا جو درست نہیں،، درست یہ ہے کہ آپ وہاں کے سرکاری مدرسہ میں استاذ تھے، آپ کے شاگردوں میں ملک مصر میں وہابی فکر کے اوّلین مبلغ علامہ رشید رضا مصری (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور ''معجم المؤلفین'' کے مصنف شیخ عمر رضا کحالہ دمشقی (متوفی ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء) جیسے مشاہیر شامل ہیں، آپ نے نہ صرف خود الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی بلکہ دیگر علماء شام کو بھی اس جانب راغب کیا،

(عبدالحق انصاری، تاریخ الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ بہاء الدین زکریا لائبریری، چھونبی، ضلع چکوال (باکستان) ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۸) معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ، ج ۲، ص ۱۶۴۴)

شیخ محمد شامی رحمۃ اللہ علیہ

دمشق میں پیدا ہوئے اور استنبول میں مقیم تھے، جبکہ ۱۳۳۲ھ میں مدینہ منورہ

میں تقریظ لکھی۔(عبدالحق انصاری، تاریخ الدولة المکیة، ص ۱۳۳، بحوالہ الامام احمد رضا خان و العالم العربی، ص ۱۲۵ تا ۱۲۶، ۲۱۲)

شیخ عمر بن مصطفیٰ عیطہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۵ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور پہلی جنگ عظیم کے دوران وہاں سے دمشق ہجرت کی، فقیہ حنفی، نعت گو شاعر، قاری، حافظ قرآن کریم، صوفیہ کے سلاسل رشیدیہ و سعدیہ جباویہ کے مرشد، دمشق کی تاریخی و مرکزی مسجد اموی میں صحیح بخاری کے مدرس، متعدد تصنیفات ہیں، آپ کی وفات پر شعراء نے مرثیے لکھے، ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں وفات پائی، باب صغیر قبرستان دمشق میں قبر واقع ہے۔ ان کی تقریظ کا عربی متن شائع نہیں ہوا، مخطوطہ محفوظ ہے۔

شیخ عمر عیطہ کے حالات: تاریخ علماء دمشق، جلد ۳، صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۱/ الطریقة السعدیة، جلد ۲، ص ۱۹۱ تا ۱۹۲، ۱۹۷۔

(عبدالحق انصاری، تاریخ الدولة المکیة، مطبوعہ چھونبی ضلع چکوال ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۴)

شیخ مختار بن احمد مؤیّد عظمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مختار بن احمد مؤیّد عظمی ۱۲۳۷ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، مصر کا دورہ کیا، مدینہ منورہ میں کئی برس مقیم رہے، عثمانی حکومت آپ کی علمی خدمات کی معترف تھی، پانچ تصنیفات کے نام معلوم ہو سکے، جو یہ ہیں، توحید پر ''التوسلات المدنیة باسماء اللہ الحسنیٰ وجاہ خیر البریة''، عورت اور پردہ کے بارے میں ''فصل الخطاب'' دوسرا نام ''تفلیس ابلیس من تحریر المرأة رفع الحجاب'' مطبوعہ بیروت، نشہ آور اشیاء کے متعلق شرعی حکم پر ''رد الفضول فی مسالة الخمر والکحول'' مطبوع، وہابیت کے تعاقب میں ''جلاء الاوھام

عن مذاهب الائمة العظام والتوسل بجاه خیر الانام علیه الصلوٰۃ والسلام' 'مطبوعہ دمشق، نیچریت کے رد میں'' الوسیلة الروحانیة فیفساد الزندقة الطبیعیة '' دوسرا نام ''جلاء الیقین فی ابطال مذهب المادیین' ' مخطوط مخزونہ دارالکتب الظاہریہ دمشق، الدس کتابت ۱۲۹۷ھ غالباً بخط مصنف ہے، ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں دولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی، سو برس کی عمر پائی، ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں وفات ہوئی۔ (عبدالحق انصاری، تاریخ الدولۃ المکیہ، ص ۱۴۴)

شیخ محمد منیر بن عبدہ آغا دمشقی

دمشق کے عالم، جنہوں نے قاہرہ ہجرت کی، جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، اسی دوران علامہ رشید رضا مصری کے حلقہ میں شامل ہوئے اور ۱۳۳۷ھ میں وہاں اشاعتی ادارہ ''دار الطباعة المنیریة' ' قائم کیا، جس نے وہابی فکر کی متعدد اہم کتب شائع کیں، نیز اپنی دو تصنیفات ہیں، آیات قرآن مجید کی فہرست ہر آیت کے پہلے لفظ کی بنیاد پر حروف تہجی کے اعتبار سے تیار کی جو'' ارشاد الراغبین فی الکشف عن رآی القرآن المبین '' کے نام سے بارہا شائع ہوئی، دوسری تصنیف ''نموذج من الاعمال الخیریة فی ادارة الطباعة المنیریة ۱۳۴۹ھ'' ہے، جس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں اسی ادارہ نے ساڑھے چھ سو صفحات پر شائع کیا، اس میں کچھ صفحات اس دور کی اسلامی دنیا کے اہم علماء کے تذکرہ کے لئے مختص کئے، اس ضمن میں خطۂ ہند سے مختلف مکاتب فکر کے تقریباً بیس علماء کا مختصر تعارف دیا، یہاں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب بتائی' پھر آپ کی اہم تصانیف میں الدولۃ المکیۃ کا نام بھی درج کیا' نیز اس کے مطبوع ہونے کی اطلاع دی۔

(عبدالحق انصاری، تاریخ الدولۃ المکیہ، مطبوعہ چھونی (چکوال) ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۷)

شیخ محمد زمزمی بن محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ

مراکش کے شہر فاس میں ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے، والد گرامی کے ساتھ مدینہ منورہ اور دمشق میں مقیم رہے، پھر واپس وطن چلے گئے، مالکی عالم، حافظ قرآن مجید، مبلغ اسلام، مسند، مرشد، سیاح، شاعر، استاذ العلماء، متعدد تصانیف ہیں، قرویین یونیورسٹی مراکش سے وابستہ رہے، عثمانی حکومت نے آپ کو وحدت اسلامی کے لئے کوشاں رہنے پر ایوارڈ پیش کیا، مشرق وسطیٰ کے متعدد ممالک اور چین کے دورے کئے۔

اپنے چھوٹے بھائی مفتی مالکیہ شام، رابطۃ العلماء شام کے صدر، رابطہ عالم اسلامی کے بانی رکن، مرشد السالکین شیخ محمد مکی کتانی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) کے ہمراہ آپ دوبار ہندوستان آئے، پہلی بار فاضل بریلوی کی وفات کے محض ساڑھے تین برس بعد ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء اور پھر ۱۳۵۳ھ میں، جس دوران کراچی، بمبئی، دہلی، حیدر آباد دکن، بنگلور وغیرہ مقامات پر گئے، نیز اجمیر جا کر سلسلہ چشتیہ کے سرتاج حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۶۲۷ھ/ ۱۲۳۰ء) کے مزار پر حاضری دی۔

شیخ محمد زمزمی کتانی نے ہندوستان کے یہ دونوں سفر ''رحلتان الی الھند'' کے نام سے قلم بند کئے، جو انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ذیلی ادارہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے عربی رسالہ ''الدرسات الاسلامیۃ'' میں تین اقساط میں شائع ہوئی۔

دوسرے سفر کے دوران بمبئی میں آپ کی ملاقات فاضل بریلوی کے ایک شاگرد مولانا حکیم نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی، جن کے ہاں آپ نے الدولۃ المکیۃ وغیرہ فاضل بریلوی کی چند مطبوعہ تصانیف دیکھیں، پھر سفر نامہ میں اس کا ذکر

کرتے ہوئے بتایا کہ کہ الاستاذ العلامۃ المشارک احمد رضا خان المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی توفی رحمہ اللہ کی میرے والد گرامی سے ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی، نیز آپ نے الدولۃ المکیۃ پر تقریظ لکھی، مزید یہ کہ فاضل بریلوی کی شدید خواہش تھی کہ علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر والد گرامی یعنی شیخ محمد بن جعفر کتانی کی مستقل تصنیف ''جلاء القلوب من الاصداء الغیبیۃ بیان احاطتہ علیہ السلام بالعلوم الکونیۃ'' جلد طبع ہو، بلکہ ایک موقع پر فاضل بریلوی نے ان سے فرمایا کہ آپ کی اس تصنیف کی طباعت کا اہتمام میں کئے دیتا ہوں اور اس پانچ صد نسخے بھی آپ کو ارسال کئے جائیں گے، جواباً والد گرامی نے یہ عذر بتایا کہ ابھی تک اس کتاب کی تکمیل نہیں ہوئی۔

شیخ محمد زمزمی کتانی نے یہیں پر فاضل بریلوی کی دوسری اہم تصنیف ''العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ'' کی دو مطبوعہ جلدیں بھی ملاحظہ کیں، جن کے بارے میں سفر نامہ میں لکھا کہ اس میں اسلام واہل سنت مخالف فرقوں قادیانیہ ووہابیہ وغیرہ کا بطور خاص رد کیا گیا ہے۔

عمر کے آخری برس ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں شاہ مراکش کی طرف سے حج وفد میں شامل کئے گئے، جہاں سے واپسی پر بیت المقدس وغیرہ مقامات کی زیارت کے بعد دمشق میں اپنے عزیز واقارب کے ہاں مقیم تھے کہ وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں صحابی جلیل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے مزار اور مزار محدث شام شیخ محمد بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کئے گئے۔

(عبدالحق انصاری، تاریخ الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ چھونبی (چکوال۔ پاکستان)، ص ۱۴۷ تا ۱۴۹)

شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ الحلبی الشامی الحنفی النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالفتاح بن محمد بن بشیر ابوغدہ حلبی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد عالم دین تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے، پورا گھرانہ علم وتقویٰ کی اعلیٰ مثال تھا، آپ کا شجرہ نسب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ گویا آپ قریش کے معروف خاندان بنومخزوم میں سے تھے۔

آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم ''مدرسہ خسرویہ'' حلب میں ۱۹۴۲ء تک تعلیم مکمل کی، حلب میں آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد راغب الطباخ، شیخ عیسیٰ البیانونی، شیخ ابوالنصر خلف، شیخ احمد الکردی، دمشق میں جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمود العطار (متوفی ۱۳۶۲ھ)، شیخ سید مکی الکتانی (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)، شیخ ابوالخیر المیدانی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)، شیخ سید محمد الھاشمی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)، شیخ محمد عبدالحی الکتانی المغربی خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (متوفی ۱۳۸۲ھ)، شیخ محمد عبدالحفیظ الفاسی، شیخ سید احمد الغماری، شیخ احمد الزرقا، شیخ مصطفیٰ الزرقا، شیخ نجیب سراج الدین۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ ازھر (قاہرہ، مصر) میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں تعلیم مکمل کی، جامعہ ازھر میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی (متوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)، شیخ مصطفیٰ صبری، شیخ یوسف الدجوی، شیخ احمد محمد شاکر، شیخ محمد خضر حسین، شیخ عبدالحلیم محمود، شیخ محمود شلتوت، شیخ عبدالمجید دراز۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ ازھر ہی سے نفسیات اور اصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا، جب ملک شام کے حالات بگڑ گئے اور بے دین افراد نے اقتدار پر قبضہ کرلیا تو آپ ۱۹۶۷ء میں ریاض (سعودی عرب) آگئے اور یہاں کئی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، حجاز میں جن شیوخ سے استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں، شیخ عبدالقادر شلبی (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء)، شیخ محمد یحییٰ امان، شیخ سید علوی المالکی، شیخ حسن مشاط وغیرہ، آپ نے عمر کے آخری دور میں محمد بن سعود

یونیورسٹی (ریاض۔ سعودی عرب) میں پڑھایا، حدیث وفقہ کے جید عالم دین تھے، آپ دبلے پتلے، چاق وچوبند اور گورا رنگ تھے، گفتگو نہایت شیریں اور استدلال بہت مضبوط ہوتا تھا، حدیث شریف پڑھاتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر نور پھیل جاتا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے، آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کے داماد معروف سکالر ڈاکٹر احمد البر الامیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ مرحوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا ایک خواب بیان کیا، میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں، خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہوگئی اور زاروقطار رونے لگے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو ایسا ہی ایک خواب ایک عراقی عالم دین نے سنایا، اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ ابوغدہ سے مصافحہ فرمارہے ہیں، یہ خواب سن کر شیخ رونے لگے اور ہچکی بندھ گئی۔

ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں ایم اے پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (بھارت) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جب تیسری بار حیدرآباد دکن آئے تو ایک محفل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک سے توسل کا ذکر ہوا تو شیخ (علیہ الرحمہ) نے اس بارے میں درج ذیل دو شعر سنائے۔

ونعل قد خضعناهيبة لجلا لها
ونحن متى نخضع لهيبتهانعل
فضعهاباعلى الراس حفظاًوجنةً
حقيقتها تاج وصورتها نعل

ترجمہ۔ یہ برکت والی نعل ہے، ہم اس کے دبدبہ سے سروں کوخم کردیتے ہیں اور جب ہم اس کی ہیبت سے سرنگوں ہوجاتے ہیں تو ہم سربلند ہوجاتے ہیں۔ تو تم حفاظت اور ڈھال بنا کر اسے اپنے سر پر رکھ لو، درحقیقت یہ تاج ہے اور اس کی صورت نعل شریف کی ہے۔

آپ کی تحقیق کے ساتھ جو کتابیں حلب، دمشق (شام)، بغداد (عراق)، بیروت (لبنان)، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض (سعودی عرب)، طرابلس (لیبیا) اور کویت وغیرہ سے شائع ہوئیں ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔

آپ کی اسنادوروایات کی اجازت پر شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی کی کتاب ''امداد الفتاح باسانید ومرویات الشیخ عبدالفتاح'' ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء میں مکتبہ امام شافعی، ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہوچکی ہے۔

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگ دست رہتے تھے مگر کتابیں خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ پیٹ کاٹ کر بھی کتاب خریدتے۔

شیخ ابوالفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ کی وفات ۹ رشوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۶رفروری ۱۹۹۷ء کو ریاض (سعودی عرب) میں ہوئی، آپ کو زندگی میں تمنا رہی تھی کہ مرنے کے بعد جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کے لئے قبر کی جگہ مل جائے، آپ کے شاگردوں اور مداحوں کو اس بات کا علم تھا، چنانچہ ریاض میں جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایک خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ منورہ لے جایا گیا، مسجد نبوی شریف میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور بقیع شریف میں قبر بنی۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی، فاضل جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ بھارت) لکھتے ہیں!

''۲۵ تا ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا تھا، سینکڑوں کی تعداد میں مختلف بلاد و امصار کے نمائندے ملکی وغیر ملکی سطح پر اس جشن میں شریک ہوئے، ہندوستان کے بھی سینکڑوں علماء و دانشور شریک جشن تھے، اخبارات و رسائل نے اپنی شہ سرخیوں کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ و ممتاز ترین تصنیفات فن وار درج تھیں، عقائد و کلام کے نقشے میں ''خالص الاعتقاد'' اور فقہ کے طغرے میں ''النیرۃ الوضیہ'' از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام بھی تھے، امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علماء چونک اُٹھے جیسے عہد ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد دفعۃً پردہ ذہن پر آ گئی ہو، اندازہ ہے کہ ان کے پیش رو علماء نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم و فضل کا ذکر کر کے ان کے دلوں میں احترام و عقیدت کا بیج بو دیا ہو یا خود کہیں ان کی نگاہ سے کوئی تصنیف گزری ہو، کئی علماء نے ''این مجموعہ فتاواہ'' کہہ کر فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی لیکن انہیں بطریقہ احسن کسی دوسری جانب متوجہ کر دیا گیا، ساتھ میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جو نشان دہی کر سکتا۔

ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابو غدہ پروفیسر کلیۃ الشرعیہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض (سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مصنف ہیں اور ایک ممتاز و نمایاں مقام کے مالک ہیں، ان کی شخصیت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو مقررہ اناؤنسر مولوی محمد رابع حسنی ندوی (مؤلف منشورات والادب العربی وغیرہ) کے بجائے مشہور دیوبندی مولوی منظور نعمانی نے بڑے زوردار انداز میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا۔

کتابوں کے نام دیکھتے ہوئے شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کی نگاہ جب فاضل بریلوی کے نام پر پڑی تو فوراً بول اٹھے ''این مجموعۃ فتاویٰ الامام احمد رضا بریلوی'' ان کے ساتھ ایک نہایت تجربہ کار قسم کے (مولوی) تھے، موقعہ نازک سمجھ کر انہوں نے کہا فتاویٰ رضویہ یہاں موجود نہیں، حسن اتفاق سے ایک صاحب علم بھی ان کے پیچھے تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ (انھا توجد فی ھذہ الدار) یعنی فتاویٰ رضویہ یہاں کتب خانہ میں موجود ہے، یہ سن کر وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور انہیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد ان صاحب نے مجھے اطلاع دی، میں نے شیخ سے فوراً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل لکھنؤ میں ڈھائی بجے دن میں پہنچا، ساتھ وہ صاحب بھی تھے، کانفرنس کا آخری دن تھا، تین بجے ان تمام نمائندوں نے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنا تھا جہاں صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا، شیخ دہلی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحضر سے ضیافت کی جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔

دورانِ گفتگو میں نے پوچھا ''سمعت انك تشاق الیٰ مطالعہ مجموعۃ فتاویٰ الشیخ الامام احمد رضا ''میں نے سنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں، نام سنتے ہی چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انہوں نے کہا! آپ کے پاس فتاویٰ رضویہ موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو نہیں مل سکے گا مگر ان شاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کر دوں گا۔

میرا دوسرا سوال تھا ''کیف عرفت علمہ وفضلہ '' آپ ان کے علم

وفضل سے کیسے متعارف ہوئے، اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا! عطر بہر حال عطر ہی ہے کتنا ہی اسے بند شیشی میں رکھا جائے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے، شیخ نے ہمیں بتایا کہ میرے ایک دوست کہیں سفر پر جارہے تھے ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی، میں نے جلدی جلدی میں ایک فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔

بہر حال اس وقت میں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) کا عربی میں تعارفی کتابچہ، حاشیہ ''المعتقد المنتقد'' (مطبوعہ استنبول، ترکی) اور ''الدولۃ المکیہ'' از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک ایک نسخے پیش کئے اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد فتاویٰ رضویہ آپ تک پہنچ جائے گا، اس کے بعد انہوں نے اپنی دو کتابیں ''صفحات من ممبر العلماء علی شدائد العلم''، ''رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی'' اور چند عربی رسائل وکتابچے عنایت فرمائے جن پر اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی! ''ھدیہ الی الاخ المحب الحبیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد یسین اختر الاعظمی نفع اللہ بدینہ وعلمہ واکرمہ بتوفیقہ'' من اخیہ عبدالفتاح ابی غدہ ۲۸/۱۰/۱۳۹۵ھ فی لکھنو''۔(۲۸)

شیخ محمد علی مراد الحموی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد ثانی بن شیخ محمد سلیم مراد ثانی بن شیخ محمد علی مراد اوّل بن شیخ محمد سلیم مراد اوّل بن مراد آغا رحمہم اللہ تعالیٰ، ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ/۱۸ر فروری ۱۹۱۸ء کو شام کے مشہور حماہ میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے چچا شیخ محمد نجیب مراد اور

اپنے والد کے چچا شیخ حسن مراد کے علاوہ شیخ حسن دندشی شحنہ کی شاگردی سے کیا، ۱۹۲۸ء میں حماہ کے اسکول میں داخلہ لیا جہاں پانچ سال تعلیم پائی، ۱۹۳۳ء میں اپنے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ساتھ حماہ کے مدرسہ شرعیہ میں داخلہ لیا، یہاں شیخ محمد توفیق الصباغ شیرازی صدر جماعت العلماء حماۃ اور شیخ محمد زاکی دندشی وغیرہ علماء سے تین سال تعلیم حاصل کی، اس دوران شہر کی مساجد میں قائم مدارس میں مراد خاندان کے علماء بالخصوص اپنے والد کے چچا شیخ احمد مراد کے حلقہ درس میں بھی پڑھتے رہے اور ساتھ ہی تدریس، امامت اور خطابت شروع کی، ۱۹۳۶ء میں مدرسہ شرعیہ حماہ سے فراغت کے بعد مدرسہ خسرویہ حلب میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا، قبل ازیں اس مدرسہ میں قطب شام شیخ محمد الحامد حموی، شیخ عبداللہ الحلاق، شیخ صالح نعمان اور شیخ محمد سیادی مراد جیسے اکابر علماء حماہ تعلیم پا چکے تھے۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول تعلیم کے لئے حلب جانے کے ارادے سے اپنے والد ماجد کو باخبر کیا تو وہ اپنے فرزند کو دوسرے شہر بھیجنے پر متردد ہوئے، آپ نے یہ معاملہ مرشد کامل شیخ محمد ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا، ان کے حکم پر آپ کے والد آپ کو حلب بھیجنے پر رضا مند ہو گئے، ادھر مدرسہ خسرویہ نے ملک کے مختلف علاقوں کے طلبہ کے لئے آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر کر رکھی تھیں، اس لئے شیخ محمد علی مراد کو داخلہ لینے میں دقت پیش آئی، اتفاق سے ان دنوں شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی حلب کے دورہ پر تھے، ایک دن شیخ موصوف اور مقامی علماء ومشائخ کو شیخ عیسیٰ بیانونی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا، شیخ محمد ابوالنصر اس دعوت میں شیخ محمد علی مراد کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں پر موجود مدرسہ خسرویہ کے صدر مدرس شیخ مصطفیٰ باقو سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ حماہ میں سکونت پذیر علم وفضل میں معروف خاندان کے فرد ہیں، لہٰذا اس اہم خاندان کے طالب علم کو

اپنے مدرسہ میں ضرور داخلہ دیں، چنانچہ آپ کو مدرسہ خسرویہ کے داخلہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی، مؤرخ حلب شیخ محمد راغب الطباخ ممتحن تھے، آپ نے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح آپ کو شام کے سب سے اہم مدرسہ میں داخلہ مل گیا، شیخ ابوالفتاح ابوغدہ حنفی اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی پہلے سے وہاں زیر تعلیم تھے، شیخ محمد علی مراد ان کے حلقہ احباب میں شامل ہوئے، ان علماء ومشائخ کے درمیان یہ تعلق ان کی وفات تک استوار رہا، اس مدرسہ میں آپ نے شیخ مصطفیٰ باقو، شیخ عبداللہ حماد شافعی، شیخ امین اللہ عیروخی حنفی (متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)، شیخ سعید الجمال، شیخ محمد اللبابیدی حنفی اور شیخ محمد اسعد العجی شافعی سے مختلف علوم اخذ کئے۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ یہاں دوسرے تعلیمی سال میں تھے، آپ پر مرض سل نے شدید حملہ کیا، یہ اطلاع آپ کے گھر پہنچی تو آپ کے والد آپ کو واپس حماہ لے آئے جہاں طویل عرصہ کے بعد آپ شفایاب ہوئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اور حماہ کے اکابر علماء شیخ احمد مراد، شیخ محمد زاکی دندشی وغیرہ کی شاگردی میں اپنی توجہ حصول تعلیم پر مرکوز کردی، تا آنکہ ۱۹۴۴ء میں جامعہ الازہر میں داخلہ لینے کا قصد کیا، آپ کے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد پہلے ہی وہاں زیر تعلیم تھے، ادھر آپ کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی بھی اسی برس مدرسہ خسرویہ سے فارغ التحصیل ہوکر مزید تعلیم کے لئے جامعہ الازہر جاچکے تھے، چنانچہ تینوں دوستوں نے جامعہ الازہر کے داخلہ امتحان میں شرکت کی اور کامیاب ہوئے، شیخ محمد علی مراد نے شریعت کالج سے رجوع کیا، ۱۹۴۵ء میں تعطیلات گزارنے وطن آئے تو آپ کی شادی آپ کے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی بیٹی سے انجام پائی، قاہرہ واپسی پر آپ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے گئے اور وہاں مکان کرایہ پر لے کر پھر سے تعلیم جاری رکھی۔

شیخ محمد الحامد نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ جو قبل ازیں جامعہ الازہر میں تعلیم پا چکے تھے کے توسط سے شیخ محمد علی مراد قیام قاہرہ کے ابتدائی ایام میں ہی وہاں کے اہم علماء ومشائخ، ''غوث العباد'' جیسی اہم کتاب کے مصنف، مسجد سیدہ زینب کے خطیب شیخ مصطفےٰ حمامی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، امام جلیل شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی نقشبندی، عارف باللہ شیخ صاحب تصانیف شیخ عبدالخالق البشراوی خلوتی شافعی (متوفی ۱۳۶۶ھ)، محدث جلیل وصاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبداللہ صدیق الغماری مراکشی (متوفی ۱۹۹۲ء) رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعارف ہو چکے تھے۔

اس علمی ماحول میں شیخ محمد علی مراد نے تعلیم کا دوسرا سال مکمل کیا اور موسم گرما کی تعطیلات گھر پر گزارنے کے لئے اپنے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ہمراہ وطن جانے کی تیاری شروع کی، اسی دوران یونیورسٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ طلباء وعلماء کا ایک وفد اس برس حج وزیارت کے لئے جائے گا، لہٰذا جو لوگ اس میں اپنا نام درج کرانا چاہتے ہیں وہ دفتر سے رابطہ کریں اور اگر ان کا نام منتخب ہو گیا تو انہیں چھٹیوں کے دوران بذریعہ تار ان کے گھروں میں مطلع کیا جائے گا، شیخ محمد علی مراد نے اس سفر کے لئے نام درج کرایا اور خود اپنے شہر حماہ آگئے، کچھ ہی دنوں بعد آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو یونیورسٹی کے حج وفد میں شامل کر لیا گیا ہے، لہٰذا ضروری کاغذات کی تیاری کے لئے رجوع کریں، جب کہ اس سفر کے نصف اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے، جامعہ الازہر کے اس حج وفد میں کل چھ طلباء شامل تھے جن میں پانچ مصری نژاد تھے، نیز سولہ اساتذہ بھی وفد کے ساتھ تھے، شیخ محمد زاھد الکوثری کے سوانح نگار شیخ احمد خیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) بھی اس وفد میں شامل تھے۔

الغرض ۱۹۴۶ء میں جامعہ الازہر کا یہ وفد شیخ الازہر شیخ مصطفےٰ عبدالرزاق (متوفی ۱۹۴۷ء) کی سربراہی میں حج پر روانہ ہوا، اسی برس حماہ سے شیخ محمد الحامد اپنی

اہلیہ اور کمسن بیٹے شیخ محمود الحامد کے ہمراہ حج وزیارت پر آئے ہوئے تھے، شیخ محمد علی مراد نے مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی اور اس شہر مقدس میں آپ سے استفادہ کیا، حج کے بعد شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار حاضری دی۔

ان دنوں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تالیف ''حسام الحرمین'' کے مقرظ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) مدینہ منورہ میں فقہاء احناف کے سرتاج تھے، شیخ محمد علی مراد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے استفادہ کیا اور سند اجازت حاصل کی، آپ حج کے بعد واپس قاہرہ آکر حصول تعلیم میں مشغول ہوگئے اور ۱۹۴۸ء میں شریعت کالج جامعہ الازھر سے فارغ التحصیل ہوکر واپس اپنے وطن حماہ آگئے۔

حماہ میں تدریس وافتاء اور امامت وخطابت میں اپنے بزرگوں کی معاونت کرتے رہے، آپ کا ارادہ تھا کہ اب مسجد سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت جاری رکھوں گا کہ اسی دوران شام کی وزارت تعلیم نے اساتذہ کی ضرورت کا اشتہار شائع کیا، شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا کہ دمشق جاکر وزارت تعلیم کے انٹرویو میں شرکت کریں، لیکن شیخ محمد علی نے آپ سے معذرت کردی، شیخ محمد الحامد نے فرمایا کہ سرکاری مدارس میں طلباء کی دینی رہنمائی کے لئے علماء کی ضرورت ہے، لہٰذا آپ اس میدان میں قدم بڑھائیں، چنانچہ آپ کے اصرار پر شیخ محمد علی مراد نے یہ معاملہ اپنے اور شیخ محمد الحامد کے شیخ طریقت شیخ محمد ابوالنصر خلف کی خدمت پیش کیا اور پھر ان دونوں مشائخ کے حکم پر آپ نے انٹرویو دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ اور آپ کے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد اکٹھے دمشق پہنچے، وہاں پر شیخ وھبی سلیمان غاوجی بھی انٹرویو کے لئے آئے ہوئے تھے، بعدازاں جن کی شادی شیخ محمد علی مراد کی

ہمشیرہ سے ہوئی، الغرض یہ تینوں علماء وزارت تعلیم کے تحت تدریس کے لئے منتخب کر لئے گئے، شیخ محمد بشیر مراد کو دیرالزور میں، شیخ وھبی سلیمان اور شیخ محمد علی مراد کو حلب میں تعیناتی کے احکامات ملے۔

شیخ محمد علی مراد حلب کے اسکول میں طلباء کو قرآن مجید کی تعلیم حفظ وناظرہ، تجوید، توحید، فقہ، تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر تعلیم دینے لگے، اس شہر میں ملازمت کا ایک روشن پہلو یہ تھا کہ شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی اپنے وطن حمص سے اکثر دورہ پر حلب تشریف لاتے، شیخ محمد علی مراد آپ کی مجالس میں حاضر رہتے اور رشد وہدایت، وعظ وتذکیر کا کام آپ کی سرپرستی میں انجام دیتے رہے، چند ماہ بعد موسم گرما کی تعطیلات میں شیخ ابوالنصر رحلت فرما گئے۔ شیخ محمد علی مراد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک دو برس حلب میں تعینات رہے پھر آپ کا تبادلہ حماہ میں کر دیا گیا، جہاں آپ مختلف مدارس میں خدمات انجام دیتے رہے اور لاتعداد تشنگان علم نے آپ سے ظاہری وباطنی علوم میں استفادہ کیا، تیس برس بعد ۱۹۸۰ء میں آپ حماہ سے ہی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے دوسری بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی اور دیکھا کہ اکثر حجاج کے لئے حج چونکہ ایک نئی عبادت ہوتی ہے، قبل ازیں اس کے مناسک سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ حج کی ادائیگی صحیح طور نہیں کر پاتے، چنانچہ شیخ محمد علی مراد ہر سال حج کے مہینوں میں حماہ کی جامع مسجد کے خطبۂ جمعہ میں عمرہ اور حج وزیارت کے مسائل بیان کرتے، پھر رات کو مسجد میں مسائل حج کے لئے خصوصی مجلس منعقد کرتے، یہ سلسلہ جاری رہتا حتیٰ کہ اس برس حج پر جانے والوں کو ضروری مسائل حفظ ہو جاتے، پھر ہر سال آپ خود حج کے لئے روانہ ہوتے اور راستہ میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مسجد الحرام، عرفات، منیٰ ہر مرحلہ پر حجاج کی رہنمائی کرتے، آپ نے یہ سلسلہ

حماہ سے ہجرت تک مسلسل جاری رکھا' اس طرح لاتعداد حجاج نے آپ کی رہنمائی میں مناسک حج وزیارت ادا کیے، آپ نے ۳۵ سے زائد حج کیے۔

اسی دوران شیخ محمد علی مراد ''جماعت رابطہ علماء شام'' کی طرف سے حماہ شہر کے صدر بنائے گئے، ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں شام بھر کے اکابر علماء ومشائخ نے باہم رابطہ، شرعی احکامات کی توضیح وتشریح پر متفقہ قراردادیں منظور کرنے، جدید مسائل پر غور وخوض، فتویٰ کے اجراء، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے کوشش اور سیاسی امور میں رہنمائی کے لئے علماء کی ایک جماعت ''رابطۃ العلماء'' قائم کی۔ دمشق کے عالم جلیل وعارف کامل شیخ محمد ابوالخیر المیدانی حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) اس کے پہلے مرکزی صدر بنے اور ان کی وفات کے بعد صاحب ''رسالۃ المستطرفۃ'' شیخ الاسلام محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۶ء) کے فرزند جلیل مفتئ مالکیہ شام شیخ سید محمد مکی کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) اس کے دوسرے مرکزی صدر ہوئے، اس جماعت نے ۱۴؍جولائی ۱۹۵۰ء کو ایک قرارداد منظور کی جس میں شام کا نیا آئین بنانے کی پیش کش کی اور ۱۹۵۷ء میں ملک گیر سطح پر علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں الجزائر میں فرانس کے قتل عام پر تشویش کا اظہار کیا اور اس کی تحقیق وحل پر زور دیا، اس جماعت نے اس نوعیت کے متعدد اقدامات کیے، جب (نصیری شیعہ فرقہ کے) حافظ الاسد برسراقتدار آئے تو ان کی حکومت نے اس جماعت کو منتشر کردیا۔

شیخ محمد علی مراد حماہ شہر میں محافل درود شریف کے داعی وسرپرست بھی تھے، ان محافل کا آغاز دمشق شہر کے عالم کبیر وولی کامل شیخ محمد عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (پ ۱۸۷۲ء۔ف ۱۹۶۵ء) نے کیا، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ابدال شام میں سے تھے، آپ عارف کامل امام یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی رحمۃ

اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کے اہم شاگرد تھے، شیخ محمد عارف عثمان دمشقی علیہ الرحمہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، آپ نے تقریباً تیس حج کئے اور اس دوران زیادہ اوقات مدینہ منورہ میں مقیم رہتے، جہاں روضۂ اقدس کے پاس بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہتے، آپ کو بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ہر پیر کو محفل درود شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس محفل کا آغاز آپ نے اس طرح کیا کہ دمشق میں موجود آپ کے احباب علماء ومشائخ میں سے کسی ایک کے گھر یہ محفل پیر کے دن منعقد کی جاتی، بعد میں یہ محفل مسجد میں ہونے لگی، دمشق کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں پیر کے دن بعد نماز فجر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی، جس میں دمشق کے اکابر علماء ومشائخ شیخ محمد ہاشمی مالکی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ یحییٰ الصباغ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ محمد سعید برھانی نقشبندی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء) شیخ عبدالوہاب صلاحی رشیدی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء) اوران کے احباب، شاگرد ومریدین شرکت کرتے تھے، کچھ ہی عرصہ بعد یہ محفل درود شریف دمشق کی اہم مساجد میں بیک وقت مختلف علماء ومشائخ کی سرپرستی میں منعقد ہونے لگی، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ کی سعی سے یہ مبارک سلسلہ دمشق سے باہر دوسرے شہروں تک پھیلتا چلا گیا، بالخصوص حمص اور حماہ شہروں میں ان کا وسیع اہتمام ہونے لگا، حماہ میں یہ محفل درود شریف شیخ محمد علی مراد کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی، پھر عمر بھر آپ جہاں بھی مقیم رہے اس محفل کو جاری رکھا۔

اس محفل درود شریف کا طریقہ یہ رکھا گیا کہ سب سے پہلے تمام حاضرین میں تسبیح تقسیم کی جاتیں جس پر انہیں درود شریف ''**اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وسلم**'' پڑھنے کی دعوت دی جاتی، اس طرح اجتماعی طور پر ایک لاکھ بار درود

شریف پڑھا جاتا، پھر اسماء الحسنیٰ سے وسیلہ پر مشتمل امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ الرحمہ کا منظوم قصیدہ "المزدوجة الغراء فی الاستغاثة باسماء الله الحسنیٰ" اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۶ ھ) کا قصیدہ بردہ سب حاضرین مل کر بلند آواز سے پڑھتے، اس کے بعد "حسبنا الله ونعم الوكيل" اور "يالطيف" مقررہ تعداد میں پڑھے جاتے، پھر محفل کے سربراہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۂ پیش کرتے، اس کے بعد نعت خواں حضرات مولود پڑھتے، جس کے آخر میں سب حاضرین کھڑے ہو جاتے اور صوفیائے شاذلیہ کے طریقہ پر باآواز بلند اجتماعی صورت میں ذکر اللہ کیا جاتا اور اسی پر یہ محفل اختتام پذیر ہوتی۔

شیخ محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ آپ حماہ میں شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتے، اسی مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر درس کا سلسلہ بھی جاری تھا، جس میں شیخ محمد علی مراد، شیخ عبدالحمید طہماز، شیخ محمود الریاحی ان تینوں علماء میں سے جس کو شیخ محمد الحامد حکم دیتے وہ اس روز درس دیتے، موسم گرما کی تعطیلات میں اس کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا اور اس میں حاضرین کی تعداد بھی بڑھ جاتی، یہ سلسلہ ۱۹۶۹ء میں شیخ محمد الحامد کی وفات تک جاری رہا، اس کے بعد شیخ محمد علی مراد نے درس و تدریس، وعظ و تذکیر کا کام آپ کی خانقاہ پر شروع کیا جو دس برس سے زائد جاری رہا اور اپنے عروج پر پہنچا۔ حافظ الاسد حکومت سے اہل سنت کی یہ بیداری زیادہ عرصہ تک برداشت نہ ہو سکی اور ۱۹۸۰ء میں اس خانقاہ پر بلڈوزر چلا کر شیخ محمد الحامد کے مزار سمیت تمام عمارات کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا اور جگہ کو سرکاری تحویل میں لے کر وہاں تجارتی مرکز تعمیر کر دیا گیا اور ملحقہ مسجد کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا گیا۔ اس پر شیخ محمد علی مراد سرکاری ملازمت سے الگ ہو گئے اور ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں ظلم و ستم کی اس فضا سے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، حماہ میں حکومت کی برپا کردہ کشیدگی

بدستور جاری رہی، حتیٰ کہ ۱۹۸۲ء میں نہ صرف شیخ محمد بشیر مراد کو غائب کر دیا گیا بلکہ اس شہر میں دس ہزار سے زائد افراد قتل کئے گئے، اور شہر حماہ جو تین عشرہ قبل علم و روحانیت کا مرکز تھا، آج وہاں حکومت نے ایک بھی عالم و مربی کا وجود باقی نہیں چھوڑا۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول علم کے لئے عمر بھر اپنا دامن پھیلائے رکھا اور تصوف و دیگر اسلامی علوم میں دنیا بھر کے بہت سے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا، آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ ابو النصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کے فرزند و جانشین شیخ عبد الباسط خلف نیز شیخ ابو النصر کے اہم خلفاء قطب شام شیخ محمد الحامد حموی رحمۃ اللہ علیہ اور ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو شیخ عبد الرحمٰن بن محمد عبد الفتاح السباعی حمصی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے۔

الشیخ محمد علی مراد عن شیخ عبدالرحمن سباعی والشیخ محمد الحامد والشیخ عبدالباسط خلف عن الشیخ محمد ابو النصر خلف عن بقیة السلف الشیخ محمد سلیم خلف (متوفی ۱۳۲۸ھ) عن العارف الربانی الشیخ احمد طور زقلی ترکمانی حمصی عن الشیخ خالد ضیاء الدین کردی عثمانی (متوفی ۱۲۴۲ھ) عن الشیخ عبداللہ دھلوی عن الشیخ مظهر جان جاناں شهید عن الشیخ نور محمد بدوانی عن الشیخ محمد سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الامام الربانی الشیخ احمد فاروقی سرهندی نقشبندی رحمهم اللہ تعالیٰ۔

شیخ احمد مراد نے ۲۹ر رمضان ۱۳۶۱ھ کو آپ کو فقہ حنفی و علم حدیث میں سند روایت اور بعد ازاں تمام سلاسل تصوف بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ میں سند اجازت عطا کی۔ حماہ میں واقع خانقاہ رفاعیہ کے سجادہ نشین شیخ محمود الشقفقۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے آپ کو مکہ مکرمہ میں سلسلہ رفاعیہ اور حماہ میں سادات خاندان کے نقیب شیخ محمد مرتضی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں خلافت عطا کی، نیز صاحب حاشیہ درمختار علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے علامہ احمد عابدین کے پوتے مفتی شام علامہ سید محمد ابوالیسر عابدین حنفی دمشقی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۱ء)، فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، ترکی زبان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات "الروض الناضر الوردی فی ترجمة الامام الربانی السرهندی" کے مصنف فقیہ حنفی شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم مراکش وصاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید عبداللہ صدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۳ھ)، امام جلیل علامہ سید علوی مالکی مکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم عرب کے اکابر علماء و مشائخ سے شیخ محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف ادوار میں استفادہ کیا۔

۱۳۲۳ھ میں مجدد العصر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو مکہ مکرمہ میں مراکش کے عارف کامل، محدث، محقق، مؤرخ علامہ سید عبدالحیٔ کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) نے فاضل بریلوی سے مختلف علوم میں اجازت و خلافت حاصل کی، فاضل بریلوی کی عربی تصنیف "الاجازات المتينه لعلماء بكة والمدينة" اور "علامہ کتانی کی دو تصانیف "فهرس الفهارس والاثبات" اور "منح المنته فی سلسلة بعض كتب السنة" میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ میں علامہ سید عبدالحی

کتانی نے شیخ محمد علی مراد اور ان کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو علم حدیث میں مشترکہ سند عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد علی مراد کے درمیان حجاز مقدس میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں، تعلقات استوار ہوئے اور باہم مراسلت رہی، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء میں مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی سفر حج وزیارت سے واپس تشریف لائے تو برصغیر میں تقسیم کے باعث قتل وغارت برپا تھی، آپ اپنے اہل وعیال کی خیریت سے بے خبر رہے، ادھر آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہوئے، جب ان مصائب سے نجات ملی تو آپ حسب معمول عالمی تبلیغی دورہ پر چلے گئے، سنگاپور پہنچ کر ۱۳۶۸ھ میں شیخ محمد علی مراد کو حماہ کے پتہ پر خط لکھا جس میں مراسلت میں تاخیر کے مذکورہ اسباب کا ذکر کیا' نیز اپنے دورہ کی تفصیلات سے مطلع کیا، مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی نے شیخ محمد علی مراد کو ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو مختلف علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، عقلی ونقلی علوم، سلسلہ قادریہ وغیرہ میں سند اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا!

"الاخ الكريم العالم الجليل والفاضل النبيل الشاب الصالح الشيخ محمد على المراد حفظه الله"

۲۳ر ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/ ۲۲ر اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے مدینہ منورہ میں وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ میں موجود تھے، آپ جمعہ کے دن اپنے مرشد کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ہفتہ کی شام دوبار آپ کی عیادت کی اور جب اگلے روز اتوار کے دن آپ نے وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مسجد نبوی شریف میں موجود تھے، اطلاع ملنے پر سیدھے آپ کی اقامت گاہ واقع نزد باب السلام پہنچے، آپ کے

غسل اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی، پھر آپ کی دست بوسی کی، اسی روز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اس کے بعد آپ کی چارپائی روضہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے جائی گئی، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دینے کے بعد باب جبریل سے باہر لے جا کر جنت البقیع پہنچائی گئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) اور شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبور سے ملحق اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور سے شمالی جانب مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی تدفین عمل میں آئی[۲۹]، پھر شیخ محمد علی مراد نے قبر پر تلقین کی اور تیسرے دن قل کے موقع پر باب مجیدی کے قریب حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ کے گھر قرآن خوانی کی مجلس منعقد ہوئی، شیخ محمد علی مراد سب معمولات میں شریک ہوئے۔

شیخ محمد علی مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز قطب مدینہ مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت پائی اور مدینہ منورہ میں آپ کے گھر میں منعقد ہونے والی محافل میلاد میں بارہا شرکت کی، ۴رذوالحجہ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء کو مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی نے وصال فرمایا تو شیخ محمد علی مراد آپ کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوئے اور پھر مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

حضرت غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء) خلیفہ مجاز حضرت مفتئ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) حج وزیارت کے لئے حجاز مقدس حاضر ہوئے تو شیخ محمد علی مراد آپ سے فیض یاب ہوئے، پھر مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ

الرحمہ کے فرزند جلیل مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء) کی خواہش پر حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ میں شیخ محمد علی مرادشامی علیہ الرحمہ کو حدیث ودیگر علوم اسلامیہ نیز سلاسل اربعہ چشتیہ صابریہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ میں ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ میں سند اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان القاب سے یاد فرمایا!

"عمدة العلماء المحدثين وقدوة الفضلاء الراسخين العلامة صاحب الفضيلة الشيخ محمدعلى المراد المفتى الاعظم بالشام المتوطن بالمدينة المنورة".

ہندوستان کے عالم جلیل مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی قادری رضوی، (دھام نگر، اڑیسہ، ہندوستان) رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ مجاز حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۰۰ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو شیخ محمد علی مراد نے آپ سے ملاقاتیں کیں اور استفادہ کیا، پھر ۹ ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ کی رات آپ کو اپنے گھر مدعو کیا، اس موقع پر مولانا حبیب الرحمٰن قادری نے شیخ محمد علی مراد کو قرآن کریم، کتب احادیث صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات، حزب البحر، دعائے سیفی ودیگر وظائف واوراد کی اجازت اور سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ میں سند خلافت عطا فرمائی۔

۱۳ر شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند پیر محمد شمس الضحیٰ نے شیخ محمد علی مراد کو دلائل الخیرات شریف کی تحریری سند عطا فرمائی۔

شیخ محمد علی مراد کا سلسلہ روایت وطریقت ایک واسطہ اور تین طرق سے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے!

''الشیخ محمد علی المراد عن مولانا الشیخ ضیاء الدین احمد القادری المدنی و مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری المدنی ومحدث المغرب علامہ الشیخ سید محمد عبدالحی الکتانی المراکشی عن الامام الشیخ احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمھم اللہ تعالیٰ''۔

۱۴۰۱ھ تک شیخ محمد علی مراد نے جن علماء ومشائخ سے استفادہ کیا تھا، شام کے نعت گو شاعر شیخ ضیاء الدین صابونی شاعر طیبہ نے ان علماء ومشائخ کے اسماء گرامی کو ۴۸ اشعار کی صورت میں قصیدہ میں منظوم کیا، اس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی، مولانا ضیاء الدین مدنی اور مولانا حبیب الرحمٰن قادری کا ذکر ہے۔

شیخ محمد علی مراد، فقیہ حنفی، مدرس، مربی ومرشد اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے تصنیف وتالیف کی بجائے تدریس وتربیت پر زیادہ توجہ دی، آپ نے دو تین مختصر کتب تصنیف کیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ شیخ ناصر البانی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے قیام دمشق کے دوران مسلک اہل سنت وجماعت، تقلید امام اعظم اور تعلیمات تصوف اسلامی کو خیر باد کہہ کر وہابیت اختیار کر کے اس کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے علماء شام نے ہی زبان وقلم سے ان کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا ازالہ کیا، شیخ البانی نے ترک تقلید کی مہم چلائی تو شیخ عیسیٰ بیانونی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عالم جلیل شیخ احمد عز الدین بیانونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) کی خواہش پر شیخ محمد الحامد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں تقلید کے جواز پر مختصر مگر جامع کتاب ''لزوم اتباع مذاہب الائمۃ حسماً للفوضی الدینیۃ'' لکھی جس پر شیخ محمد علی مراد نے تائیدی دستخط کیے، اس کتاب کے متعدد اڈیشن شائع ہوئے۔ علاوہ ازیں شیخ عبدالحمید طہماز حنفی نے شیخ محمد الحامد کے سوانح حیات پر کتاب مرتب کرنے کا تہیہ کیا تو شیخ محمد علی مراد نے مواد کی فراہمی میں ان کی بھرپور مدد کی، یہ کتاب ''شیخ محمد الحامد رحمۃ

اللہ علیہ" کے نام سے مکتبہ دار القلم دمشق نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی، شیخ محمد علی مراد نے مسلک اہل سنت کی تائید میں لکھی گئی دیگر مصنفین کی بعض کتب کی اشاعت میں مالی معاونت کی۔

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد اس دور میں عالی اسناد کے حامل معدودے چند علماء میں سے تھے، لہٰذا آپ سے لاتعداد اہل علم نے سند روایت حاصل کی، آپ سے خلافت پائی یا آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، آپ سے اخذ کرنے والے چند مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ محدث حجاز، عارف کامل، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، مکہ مکرمہ (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

☆ سلسلہ شاذلیہ کے معروف پیر طریقت شیخ محمد ہشام بن شیخ محمد سعید برھانی حنفی، دمشق

☆ محقق، مبلغ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین نقشبندی شافعی کردی مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)

☆ محدث، محقق علامہ شیخ ڈاکٹر احمد معبد عبد الکریم مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ

☆ علامہ فقیہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی دمشقی، استاد جامعہ شارجہ

☆ علامہ ڈاکٹر محمد فواد البرازی، حماہ

☆ محدث، محقق علامہ شیخ احمد مختار رمزی حنفی مصری، قاہرہ

☆ ڈاکٹر محمد توفیق مخزومی، دمشق

☆ علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، علامہ سید محمد حمزہ الکتانی، دمشق

☆ محدث جلیل علامہ سید عبد العزیز الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) کے فرزند علامہ سید عبد المغیث الغماری، مراکش

☆ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ سلمان ابوغدہ حنفی

☆ علامہ محدث فقیہ سید ابراہیم الخلیفۃ حسنی شافعی الاحسائی

☆ علامہ شیخ احمد مہدی حداد حنفی، حلب

☆ محقق شیخ الروایۃ شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی، مصنف ''امداد الفتاح''

☆ محقق، شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاھور

☆ آپ کے فرزند وحید شیخ محمد سلیم مراد ثالث (امام وخطیب ریاست العین)

شیخ محمد علی مراد کی شادی اپنے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی دختر سے ہوئی، جن سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے، آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد ثالث نے دینی علوم کی تکمیل کی اور اب متحدہ عرب امارات کی ریاست العین میں امام وخطیب ہیں، شیخ محمد علی مراد ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ سمیت مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، لیکن آپ کے فرزند اور متعدد عزیز واقارب متحدہ عرب امارات کی مختلف ریاستوں میں مقیم تھے، جیسا کہ آپ کے ایک بھائی شیخ عبدالقادر مراد راس الخیمہ میں مدرس، دوسرے بھائی محمد انس مراد الفجیر ہ میں، آپ کی اہلیہ کے بھائی حافظ رضوان مراد دبئ میں اور آپ کے بہنوئی شیخ وھبی سلیمان غاوجی شارجہ میں تھے، اس لئے ان سب کے اصرار پر آپ موسم گرما کی تعطیلات میں ہر سال مدینہ منورہ سے عرب امارات تشریف لے جاتے۔

معلوم رہے کہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی البانی ثم الدمشقی حفظہ اللہ تعالیٰ متعدد کتب کے مصنف ہیں جیسا کہ ۹۴ صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیف ''کلمۃ علمیۃ ھادیۃ فی البدعۃ واحکامھا'' اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے، جس میں بدعت کی تعریف، اقسام اور ان کے بارے میں شرعی احکامات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۱ء میں مکتبہ امام مسلم بیروت لبنان نے شائع کیا۔

۱۹۹۹ء کے اواخر میں شیخ محمد علی مراد شدید علیل ہوگئے تو آپ کے چھوٹے بھائی شیخ سعد الدین مراد حفظہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ منورہ سے اپنے پاس جدہ لے گئے، جہاں کچھ عرصہ آپ کا علاج جاری رہا لیکن زیادہ افاقہ نہ ہوا، آپ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ شاید میرا آخری وقت آپہنچا' لہٰذا علاج معالجہ کو چھوڑ دو اور مجھے واپس مدینہ منورہ پہنچانے کی فکر کرو کہ کہیں میری زندگی کی آخری سانس مدینہ منورہ کی حدود سے باہر ہی نہ نکل جائے اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موت کی تمنا پوری نہ ہو، چنانچہ آپ کا علاج موقوف کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا، جہاں آپ کی صحت قدرے بحال ہونے لگی، مئی ۲۰۰۰ء میں آپ کی نقاہت بڑھ گئی تو آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد نے دیکھ بھال کے لئے آپ کو متحدہ امارات لے جانے کا قصد کیا لیکن آپ رضامند نہ ہوئے، ۲۶ر مئی کو آپ نے گھر میں محفل ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی جو آپ کی زندگی کی آخری محفل تھی۔

۳۰ر مئی مطابق ۲۶ر صفر ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر آپ کا وصال ہوا، چند ہی لمحوں میں آپ کے وصال کی خبر پورے عالم اسلام میں پھیل گئی اور آپ کے احباب وعقیدت مند نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آنے لگے، مدینہ منورہ ایئرپورٹ اور شہر مقدس میں داخل ہونے والی مرکزی شاہراہیں لوگوں اور گاڑیوں سے بھر گئیں، اہل حجاز، شامی، پاکستانی، ہندی ہر نسل کے لوگ آپ کے آخری دیدار کے لئے جوق در جوق پہنچنے لگے، مقامی قوانین کے برعکس آپ کو علماء ومشائخ نے گھر پر ہی غسل دیا، تجہیز وتکفین کی اور اسی روز بعد نماز مغرب مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں جم غفیر نے شرکت کی، جو لوگ تاخیر سے پہنچے وہ جنت البقیع میں آپ کی تدفین میں شامل ہوئے اور وہیں پر نماز جنازہ ادا کی، ۲ر جون کو عالم اسلام کے مختلف شہروں میں نماز جمعہ پر خطباء

نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے بلندی درجات کے لئے دعا کی، رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔[۳۰]

مفتی اعظم دمشق حضرت العلامہ الشیخ الدکتور عبدالفتاح البزم

''دمشق کے بعض لوگوں نے امام احمد رضا کے مؤتمر (کانفرنس) میں شرکت سے مجھے روکنا چاہا کہ ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے پیروکار (پاکستانی) بدعقیدہ اور بدعتی ہیں، میں نے ان سے کہا کہ میں نے شیخ کی تصانیف پڑھی ہیں اور وہ جو بات کرتے ہیں دلیل سے کرتے ہیں اور ان کے عقائد ومعمولات وہی دیکھے جو اہل شام کے ہیں، اس لئے اس مؤتمر میں شرکت کرنے سے کوئی امر مجھے مانع نہیں ہے، باوجود اس کے بعض فروعی معاملات میں دلائل کے ساتھ میں خود بھی شیخ سے اختلاف رکھتا ہوں، لہٰذا میں اس محفل میں باوجود آخر وقت تک ان کے منع کرتے رہنے کے حاضر ہوا۔

امام احمد رضا کی خصوصیت میں نے یہ دیکھی، وہ جو بھی بات کرتے ہیں دلائل کے ساتھ کرتے ہیں، خواہ اختلاف رائے کا اظہار کر رہے ہوں یا موافقت کا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کو ہم اہل شام حرف آخر سمجھتے ہیں لیکن جب میں نے ردّ المحتار کی عبارات پر شیخ کی تحقیقات کا مطالعہ کیا تو آپ کی تحقیقات قابل تحسین پائیں، جہاں اختلاف کرتے ہیں وہاں ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کرتے ہیں اور جہاں علامہ شامی سے موافقت کرتے ہوئے ان کے دلائل پر مزید دلائل کا اضافہ کرتے ہیں، تو فقہ حنفی کے اصول اور جزئیات پر ان کی دسترس اور موضوع پر ان کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ان کی بڑی خوبی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر علمی اداروں میں امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر مزید تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جائیں تا کہ امت مسلمہ آپ کے افکار وخیالات سے استفادہ

کر سکے۔

جن لوگوں نے آپ پر اعتراضات کئے ہیں، ان کی اصلیت اور حقیقت تحقیق طلب ہے (اصل مواد و مآخذ سے موازنہ کئے بغیر وہ قابل قبول نہیں ہو سکتے)'' (۳۱)

علامہ دکتور عدنان درویش، استاذ معہد الاسلامی دمشق

''میں نے گزشتہ کئی صدیوں کے مجددین کرام کی نگارشات کا مطالعہ کیا ہے لیکن جب امام احمد رضا کی تصانیف نظر سے گزریں تو میں نے محسوس کیا کہ امام موصوف کا تجدیدی و تصنیفی کام ان سب پر بھاری ہے، ان کی تحقیقات، تصنیفات اور عقائد و معمولات کو مملکت شام کے علماء قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں''۔ (۳۲)

فضیلۃ الشیخ الدکتور السید شہاب الدین فرفور حسنی شامی

''سوریا (شام) کے مسلمان امام احمد رضا کو ایک بڑا فقیہہ، مجتہد اور مجدد سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے فقہ کی بڑی بڑی کتابوں مسلم الثبوت اور علامہ شامی کے فتاویٰ پر اور ایسے ہی دیگر کئی کتابوں پر حاشیہ اور تعلیقات تحریر کی ہیں، ہمارے ملک شام میں جب سے امام احمد رضا کی تصانیف متعارف ہوئیں ہیں، ہر کوئی ان کی کتب کی طرف رجوع کر رہا ہے''۔ (۳۳)

فضیلۃ الشیخ العلامۃ الاستاذ احمد سامر القبانی، دمشق

''میں امام احمد رضا سے سب سے پہلے اس وقت متعارف ہوا جب عرب کے ایک عالم اور فاضل ڈاکٹر محمد حازم محفوظ مصری کے لکھے ہوئے مقالات اور تصانیف کا مطالعہ کیا اور شیخ احمد رضا پر ایم۔ فل کا مقالہ ''امام احمد رضا، شاعراً عربیاً'' پڑھا، مجھے ایسا لگا کہ یہ کوئی عرب شاعر ہے، مگر جب معلوم ہوا کہ یہ ہند کے شہر بریلی کے شاعر ہیں تو تعجب کی انتہا نہ رہی کہ عجمی ہوتے ہوئے بھی یہ ایک بہت بڑے عربی شاعر ہیں''۔ (۳۴)

الامام احناف علامہ الشیخ احمد بن عبدالحلیم الشامی

علامہ الشیخ السید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ ۴؍جون ۱۹۸۶ء) خلیفہ مجاز مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی (متوفی ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء) بن امام احمد رضا قادری بریلوی (متوفی ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے وصال کے بعد ۱۸؍جون ۱۹۸۶ء کو راقم الحروف (خلیل احمد) جامعہ انوار العلوم (قدیم) کچہری روڈ ملتان میں مولانا نور احمد ریاض (ناظم دفتر) سے بغرض ملاقات حاضر ہوا تو انہوں نے دوران گفتگو بتایا کہ علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے سب سے آخری خلیفہ مجاز ملک شام کے ایک عالم دین ہیں، پھر انہوں نے جامعہ کا رجسٹر دکھایا جس میں نمبر ۱۰۲۱/ ۸ کے تحت درج ذیل نام اور تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

"فضیلۃ العلامہ الشیخ احمد بن الشیخ عبدالحلیم الشامی امام الاحناف مدیر الاوقاف شام،

۲۵؍رجب المرجب ۱۴۰۶ھ"۔ (۳۵)

مآخذ و مراجع

۱-الف-زرکلی، خیر الدین: الاعلام، ج ۲، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۹۹۹/۱۴۱۹، ص ۲۰

ب-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج ۱، بیروت، دار احیاء التراث، (سن طباعت ندارد)، ص ۱۳

ج-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، دمشق، دار الفکر، ۱۴۰۶/۱۹۸۶، ص ۳۳۲

۲-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، کراچی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۴۰۳/۱۹۸۳، ص ۱۸۳

۳-الف-زرکلی، خیر الدین: الاعلام، ج ٦، ص ۴۴

ب-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج ۳، ص ۱۳

ج-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص ۵۰۳

۴-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۱

۵-امام الدھر، حافظ العصر، مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، مفتی، عابد و زاہد شیخ محمد بدر الدین بن یوسف بن بدر الدین الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲٦۷ھ/۱۸۵۰ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم مع سند اور متن حفظ تھی، علوم اسلامیہ میں متون کے بیس ہزار اشعار بھی زبانی یاد تھے، آپ نے اپنی زندگی کو تدریس اور عبادت کے لئے وقف فرما دیا تھا، خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی، مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ علامہ بدر الدین شامی علیہ الرحمہ ادب کی وجہ سے مسجد نبوی شریف کے باب رحمت میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا کرتے تھے، علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوھی (م ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴٦ھ) نے محافل میلاد و قیام کو فعل ہنود مثل کنھیا کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دی جس کی تفصیل "براھین قاطعہ" میں درج ہے۔ (انبیٹھوی، خلیل احمد: براہینِ قاطعہ، مطبع بلالی پریس ساڈھورہ، سن طباعت ندارد، ص ۱۵٦)

۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں مقیم ہندوستان کے دوعلماء مولانا احمد علی قادری رامپوری، ومولانا محمد کریم اللہ پنجابی نے قول گنگوہی کا عربی ترجمہ کر کے استفتاء کی صورت میں دمشق شام میں محدث سید محمد بدرالدین حسنی (م۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اس کے مفصل جواب کے لئے اپنے شاگرد خاص علامہ محمود آفندی عطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء) کو حکم دیا، علامہ عطار نے قول گنگوہی کا مفصل رد لکھا جو''استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کے عنوان سے دمشق کے ماہنامہ ''الحقائق'' شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ تقریباً سارے علوم اسلامیہ میں آپ کی تصانیف ہیں، تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول میں چوالیس کتابوں کے نام درج ہیں (ص ۴۹۰تا ۴۹۲)، آپ نے ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں دمشق میں وصال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ۱-دمشقی، سید محمد صالح، فرفور: شیخ محمد بدرالدین حسنی کما عرفتہ، دمشق، دارالامام ابی حنیفہ، ۱۴۰۶/ ۱۹۸۶، اول

۲-آل الرشید، محمد عبداللہ: محدث الشام العلامہ السید بدرالدین حسنی، ریاض، مکتبہ الامام الشافعی، ۱۴۱۹/ ۱۹۹۸، اول

۳-نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبدالستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، لاہور، الممتاز پبلی کیشنز، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، ص ۳۰۵

۴-محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص ۴۷۳تا ۴۹۴

۵-محمد بہاء الدین شاہ: عنوان مقالہ فاضل بریلوی اور علماء مرداد، مشمولہ، معارف رضا (ماہنامہ)، کراچی، شمارہ اگست ۲۰۰۰ء، ص ۲۰

۶-رانا، خلیل احمد: انوار قطب مدینہ، لاہور، مرکزی مجلس رضا، ۱۴۰۸ھ، ص ۱۶۲

۶-الف۔ زرکلی، خیرالدین: الاعلام، ج ۷، ص ۸۲

ب۔ محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الثانی، ص ۵۷۶

۷-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۴

۸-الف۔ الجبوری، کامل سلمان: معجم الشعراء، الجزء الرابع، بیروت، دارالکتب العلمیہ،

۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء، ص۳۰۱

ب-زرکلی، خیر الدین: الاعلام، ج۶، ص۲۲

ج-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۸، ص۲۶۱

۹-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۷۸

۱۰-الف-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۰، ص۲۹۳

ب-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص ۵۱۷

۱۱-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۶

۱۲-الف-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۱، ص۲۵۰

ب-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص ۳۴۵

۱۳-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۰

۱۴-الف-بریلوی، امام احمد رضا خاں، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، نام مترجم ندارد، کراچی، المکتبہ، کھتاؤ مارکیٹ نیو نہام روڈ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء، ص۵۰۷

ب-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الثالث، ص۸۱

۱۵-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۷۹

۱۶-ب-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص۳۳۹

۱۷-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۵

۱۸-الف-زرکلی، خیر الدین: الاعلام، ج۶، ص۱۴۱

ب-کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۰، ص۳۴

ج-محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص۳۶۳

۱۹-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۷

۲۰-الف۔کحالہ،عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۲،ص ۲۳۷
ب۔محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص۴۴۶

۲۱-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۹۰

۲۲-الف۔زرکلی، خیر الدین: الاعلام ج۷، ص۸۲
ب۔سدیدی الازہری، ممتاز احمد: حالاتِ مصنف شیخ محمود العطار، مشمولہ، ذکر ولادت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم......اردو ترجمہ......استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور، رضا اکیڈمی، ۲۰۰۱ء، ص۵تا۸
ج۔کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۲،ص۱۶۴
د۔محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الثانی، ص۵۹۶

۲۳-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۳

۲۴-الف۔کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، ج۱۳، ص۲۲۰
ب۔محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الاول، ص۳۹۶

۲۵-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۸

۲۶-محمد مطیع، نزار اباظتہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری، الجزء الثانی، ص۱۵۷تا۱۷

۲۷-مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص۱۸۹

۲۸-الف۔آل الرشید، محمد عبداللہ: محدث الشام العلامہ السید بدر الدین حسنی، ص۱۰
ب۔مصباحی، یٰسین اختر: امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، کراچی، مکتبہ رضویہ، ۱۹۹۷ء، ص۱۸۱تا۱۸۵
ب۔نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبدالستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، ص۳۴۲
ج۔نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبدالستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، لاہور، المتاز پبلی کیشنز، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ص۳۴۲
د۔مقالہ نگار: حافظ محمد ادریس، مشمولہ، ترجمان القرآن (ماہنامہ)، لاہور، جلد۱۲۴: شمارہ۵، محرم

۱۴۱۸ھ/ مئی ۱۹۹۷ء، ص ۵۹ تا ۶۳

۲۹-مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۰ر جولائی ۱۹۳۸ء کو پُرتگال کے شہر دمن میں ہوئی لیکن آپ کو جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا، جیسے کہ مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کینیا (افریقہ) کے شہر نیروبی میں ۱۷ر رجب ۱۳۷۲ھ/ ۱۳ر اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی لیکن مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے ان کی وصیت کے مطابق مولانا محمد عبداللہ شاہ غزنوی علیہ الرحمہ کی میت کو بذریعہ خصوصی طیارہ مدینہ منورہ لا کر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (رانا، خلیل احمد: سوانح حیات مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ، کراچی، ورلڈ اسلامک مشن، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء، ص ۱۴، ۵۵)

۳۰- انصاری، عبدالحق: فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد شامی، چھونبی (ضلع چکوال)، بہاء الدین زکریا لائبریری، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ص ۵ تا ۲۹

۳۱-ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، شمارہ ۴، جلد ۲۵، جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جون ۲۰۰۵ء، ص ۷

۳۲-ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، شمارہ ۴، جلد ۲۵، جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جون ۲۰۰۵ء، ص ۷

۳۳-ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی (پاکستان) شمارہ ۵، جلد ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء، ص ۷

۳۴- ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی (پاکستان) شمارہ ۵، جلد ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء، ص ۷

۳۵-یادداشت احقر خلیل احمد رانا

19-B جاوید پارک شادباغ لاہور